ضیاء شمس الانوار

فی تحقیق

سماع الابرار وَالفجار

رد رسالہ خیرا لنواهی عین القضاة حیدر آبادی

علامہ سید احمد الدین گانگوی الحنفی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

الحمد الله رب العلمین . والعاقبة للمتقین . و الصلوة السلام علی سید المرسلین رحمته للعلمین محمد و علیٰ الہٖ واصحابه و اولا دوه اجمعین ۔اما بعد مسکین احمد الدین بن الشیخ غلام علی الحنفی الچشتی السیالوی عرض پرداز ہے کہ ان دنوں میں ایک رسالہ موسومہ بہ خیر النواہی فی حرمتہ الملاہی مولفہ مولنا ،مولوی محمد عین القضاۃ حیدرآبادی بذریعہ بعض احباب بخدمت اقدس سلطان التارکین بُرہان العارفین امام السالکین قدوۃ الواصلین ورثۃ الانبیاء و المرسلین ملجاء الغرباء و المساکین امیر الامراء و السلاطین دلیل المتحیرین انیس المضطرین غوث زمان قطب العالمین سید العلماء سند الاولیاء الکاملین زبدۃ المحققین عمدۃ المدققین قبلۂ عالم منظورحق حافظ الملتہ والدین حاجی الحرمین الشریفین سید المجاہدین غازی الاسلام حامی المسلمین سیدنا وسندنا مولانا ومرشدنا حضرت غازی حافظ شیخ الاسلام خواجہ محمد ضیاء الحق والدین ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم وفیوضاتہم علینا وعلیٰ سائرالمستر شدین الی یوم الدین آمین یارب العالمین مسند آرائے بلدہ طیبہ سیال شریف کے پہنچا۔حضور ممدوح نے اُس رسالہ کا جواب تو سردست جناب منشی غلام حیدر صاحب (جو کہ ایک لائق فائق چیدہ برگزیدہ روزگار ہیں۔اور مدرسہ شریفہ ضیاء شمس الاسلام سیال شریف کا محرر ہونے کے علاوہ تمام کاروبار نوشت وخوانداور لنگر شریف کے املاک کی غورو پرداخت انہیں کے سپرد ہے) کو بلا کر مطابق تحقیق رئیس المحققین فخر المدققین جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے لکھوا کرارسال فرمادیا۔خود حضور مدارج النبوت کو مدِ نظر رکھ کر تقریر فرماتے رہے۔اور منشی صاحب موصوف تحریر میں لاتے گئے ۔چنانچہ حدیث میں رسالہ تیار ہوگیا۔جو سراپا احقاق حق وابطال باطل مجسم تھا۔اُس کے ہوتے ہوئے سالکین مسالک علیہ و عارجین معارج رفیعہ کواپنے معمولات میں رکاوٹ پیدا نہ ہوگی۔اور نہ ہی مخالفین کواس کے برخلاف دم مارنے کی طاقت رہے گی۔حضور قبلۂ عالم کا ارادہ مبارک تو اس مسئلہ میں لکھنے کا بہت کچھ تھا۔الا مشاغل ضروریہ نے اس قدر فرصت دینے سے انکار کیا۔لہذا اس ناچیز بے بضاعت کم استطاعت کو رسالہ

خیر النواہی مذکورہ کی تردید کا ارشاد فرمایا تاکہ مخالفین گیدڑ کا پروانہ ہاتھ میں لے کر صوفیۂ کرام کو ستاتے اور اہلِ حق کی ایذا رسانی کے گیت نہ گاتے پھریں۔ گو میری حیثیت اور لیاقت تو اتنی نہ تھی کہ ایسے بارِ گراں کا بوجھ پر سر پر اُٹھاؤں۔ جیسا کہ خواجہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

آسماں بارِ امانت نتو انست کشید

قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند

خصوصاً وہ مسئلہ جس کی تنقید پہلے وہ مبارک ہستیاں فرما چکی ہیں جو کہ علوم معقولہ و منقولہ کے ماہر ہونے کے علاوہ دریائے معرفت کے اعلیٰ شناور ہیں۔ گویا مجمع الابحار ہیں۔

پائے من لنگ است و مرل بس دراز

دستِ من کوتاہ خرما بر نخیل

مگر مقتضاء المامور مجبور ارشاد واجب الانقیاد کی تعمیل میں ہوشیار ہمت باندھ لی۔

ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم یہ خام تحریر اس رسالہ کی جس کو حضور قبلہ عالم نے تالیف فرمایا تفسیر ہے۔

میں امید کرتا ہوں بلکہ یقین سے کہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ با امدادِ ظاہری و باطنی آں قبلہ دو جہاں کے اللہ تعالیٰ جل جلالہ مجھے اس کارِ عظیم میں کامیابی اور سرفرازی بخشے گا۔

بلبل از فیضِ گل آموخت سخن ورنہ نبود

ایں ہمہ قول وغزل تعبیہ در منقارش

اور اس رسالہ کو جو محض بغرض اِحقاقِ حق لکھا گیا ہے۔ زیور مقبولیت پہنائے گا۔

فعلی اللہ توکلت والیہ انیب اس رسالہ کا نام ضیاء شمس الانوار فی تحقیق سماع الابرار والفجار رکھا ہے۔ اس کی تحریر گو کتب معتبرہ متفرقہ سے امداد لی گئی ہے۔ الا دو کتابیں جو کہ دو جلیل القدر فاضلوں کی تصنیف ہیں جن کی رفعت و جلالت اظہر من الشمس ہے بمقتضاء فرمان واجب الاذعان تو اس کی تعیین قبل از استدلال ضروری تھی۔ کیونکہ منجملہ شرائط صحت دعوے تعیین مدعا بھی ہے۔

جیسا کہ عامہ کتبِ فقہ میں موجود ہے۔ اور کتب مناظرہ میں بخوبی مذکور ہے۔ بہر حال یہ دعوی جنابکانہ شرعاً قابلِ سماعت ہے اور نہ رواجاً۔ اب اس مسئلہ کی تحقیق بنا بر اقوال محققین کے کی جاتی ہے۔ جس سے حقیقت منکشف ہو جانے کے بعد معلوم ہو جائے گا انشاءاللہ تعالیٰ کہ فاضل معاصر نے کس قدر گستاخی اور بے باکی سے کام لیا ہے۔ وباللہ التوفیق

ببانگِ دہل بگو نیم آں حکایتہا
کہ از نہفتن اودیگِ سینہ میز د جوش

تحقیق المرام فی ھذا المقام یہ ہے کہ سماع میں قدیماً وحدیثاً قولاً وفعلاً بڑا اختلاف ہے۔ محدثین وفقہاء وصوفیاء کرام کے اقوال میں اس میں اپنے اپنے مشرب کے مطابق متفرق ہیں۔ اور آئمہ مجتہدین کے افعال واقوال بھی اس بارہ میں مختلف ہیں۔ اور روایات بھی اس میں بکثرت وارد ہیں۔ بعضے حرمت اور بعضے کراہت اور بعضے اباحت اور بعضے استحباب پر دلالت کرتے ہیں اور علماء محققین نے جانبین سے رسائل اور فتاویٰ لکھے ہیں ولکل و جھۃ ھو مو لیھا لیکن اگر انصاف کا سرمہ آنکھوں میں لگا کر نظر دقیق سے دیکھا جائے تو حق بین بین ہے۔ جس پر فریقین کا اتفاق ہو سکتا ہے۔ اور اختلاف بالکلیہ مرتفع ہو سکتا ہے۔ مگر یہ ہر ایک کا کام نہیں۔ بلکہ خاص حقائق دان نکتہ شناس کا کام ہے۔

ہزار نکتہ باریک تر ز موانیجا ست
نہ ہر کہ سر بتر اشد قلندری داند

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سماع خواہ مجرد غنا ہو ہو یا مع المز امیر فی حد ذاتہ مباح اور حلال ہے۔ اس کی ذات میں نہ کوئی حرمت ہے نہ قباحت۔ الا بوجہ لحوق عوارض ذمیمہ کے مذموم ہو جاتا ہے۔ اور اگر اُن عوارض سے معری ہو تو اپنی حلت پر رہتا ہے۔ گویا اس کے دو قسم ہوئے۔ ایک مشروع اور دوسرا غیر مشروع۔ مشروع ان روایات کا محمل ہے جو اباحتِ سماع پر دال ہیں۔ بناعلیہ علی الاطلاق حرمت سماع کا فتوے دینا بھی غلط۔ اور علی الاطلاق اباحت سماع کا فتوے بھی غلط۔

سماع مشروع وہ ہے کہ مجلس صلحاء میں بغرض صالح استعمال کیا جائے تو اس کی تعیین قبل از استدلال ضروری تھی۔ جیسا کہ عامہ کتب فقہ میں موجود ہے۔ اور کتب مناظرہ میں بخوبی مذکور ہے۔ بہر حال یہ دعوے جناب کا نہ شرعاً قابلِ سماعت ہے اور نہ رواجا۔ اب اس مسئلہ کی تحقیق بنابر اقوال محققین کے کی جاتی ہے۔ جس سے حقیقت منکشف ہو جانے کے بعد معلوم ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ کہ فاضل معاصر نے کس قدر گستاخی اور بے باکی سے کام لیا ہے۔ وباللہ التوفیق

سماع مشروع وہ ہے کہ مجلس صلحاء میں بغرض صالح استعمال کیا جائے اس کی اباحت میں تو کوئی بھی اہلِ حق شک نہ کرے گا۔ ورنہ رسول اللہ ﷺ اور کبار صحابہ کے افعال واقوال اس کی سرکوبی کر دیں گے اور غیر مشروع وہ ہے جو مجلس فساق میں بغرض لہو ولعب مستعمل ہو۔ اس کی حرمت میں کوئی بھی شک نہیں کرتا۔ اب پہلا قسم سماع بلا تفاق حلال اور دوسرا بلا تفاق حرام فارتفع الاختلاف من البین باذن رب الخافقین اس مدعا کے اثبات میں وجوہات و دلائل پیش کیے جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ الا پہلے وجہ اختلاف علماء کرام اس سماع میں ذکر کرنی ضروری ہے۔ بعدہ حقیقت حال پر روشنی ڈالی جائے گی وباللہ التوفیق۔

وجہ الاختلاف فی السماع:

امام غزالی نے احیاء العلوم میں اور محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں وغیر ہما فی غیر ہما میں ذکر کیا ہے۔ کہ سماع زمانہ قدیم سے عموماً فاسقوں اور شراب خوروں میں رائج تھا۔ لہذا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں بھیجا گیا ہوں اور امر کیا گیا ہوں کہ معازف کو محو کر دوں اور زنا اور شراب سے منع کر دوں ازیں سبب غنا کا نام بھی لہو ہو گیا۔ اور ملاہی کے باب میں اس کو ذکر کرنے لگے۔ پھر جب بحسب تعلیم حضور اقدس ﷺ ان امور منکرہ یعنی شراب خوری کے آثار محو ہو گئے۔ اور منکرات کا ازالہ ہو گیا۔ اور یہ رسم وعادت مسلمانوں میں نہ رہی۔ تو صالحان اور پارسایان بھی اس میں پڑ کر محظوظ ہونے لگے۔ اور فسق ومنکرات اور اُن کی مجالس سے پرہیز میں رہے۔ اور دوسری جماعت نے جب دیکھا کہ یہ عادت فاسقوں کی ہے۔ اور اس میں شامل ہونے سے ان

سے مشابہت لازم آئے گی۔اور یہ بھی لحاظ تھا کہ ہمارے خیالات بھی ویسے نہ ہو جائیں۔تو اس سے پرہیز میں رہے۔اب اگر شارع سے بایں غرض کوئی وعید یا تہدید وارد ہوئی ہو تو بعید نہیں۔اور یہ جو محدثین کہتے ہیں کہ سماع کی حرمت میں کوئی نص شارع سے ثابت نہیں ہوئی۔اور نہ حدیث صحیح آئی ہے۔ان کی اس سے مراد یہ ہے کہ علی الاطلاق حرمت سماع کی ثابت نہیں ہوگی۔خواہ مجالس فساق ہو یا صلحاء اور نہ اس کی حرمت ذاتی ثابت ہوتی ہے۔جیسا کہ زنا وشراب کی حرمت ذاتی ثابت ہوئی ہے بلکہ حرمت صرف اسی حالت میں ہے جب مجلس فساق بغرض تماشا اور لہو ولعب کے ہو۔

اس حال کی مثال قصہ برتنوں کا ہے۔جن میں قدیم زمانہ میں شراب کا استعمال کیا جاتا تھا۔ جن کے نام ختم مزفت فقیر دیا تھے۔جب شراب حرام ہوگئی۔تو ان برتنوں کے استعمال سے بھی ممانعت آگئی۔نہ اس واسطے کہ ان میں کوئی ذاتی قباحت ونجاست تھی۔ورنہ بعد میں ان کا استعمال مباح نہ ہوتا۔بلکہ بغرض مٹانے آثار شراب کے پھر جب شراب کی حرمت مسلمانوں کے دلوں میں بیٹھ گئی۔اور لوگ اس سے بالکل منحرف ہو گئے۔اور آثار کے مٹانے کی حاجت نہ رہی تو ان برتنوں کے استعمال کی اجازت آگئی۔مگر پھر بھی ان برتنوں کے بارہ میں علماء کرام کی دو جماعتیں ہو گئیں۔بعض ان کی حرمت سابقہ پر رہے۔اور ان کو اجازت جدید نے کچھ بھی نہ ہلایا۔اور بعض نے اجازت جدید کو قابلِ عمل تصور کر کے اس کو اپنا معمول بہ قرار دیا کما ہو مصرح فی موضعہ

اب اس مسئلہ سماع میں بھی علمائے کرام کے دو فرقے ہو گئے۔ایک تو بنظر عادت ورسم قدیم جو کہ مجلس فساق کے فروغ دہ ہونے کی وجہ سے احتیاط پر پابند ہو کر ایسے ہی ٹھہر گئے۔اور تقویٰ اور ورع نے ان کو ایسی مجالس کی حاضری سے روک رکھا۔تاہم اس سے حرمت سماع ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔کیونکہ اگر کوئی شخص اطعمہ لذیذہ کھانے سے اس غرض سے پرہیز کرے۔کہ شاید نفس امارہ تازگی میں آکر کہیں غالب نہ ہو جائے۔تو اس سے اس کھانے کی حرمت کب ثابت ہوتی ہے کلا وحاشا اور دوسرے فریق نے حقیقتِ حال سے واقف ہو کر یہ فیصلہ کر دیا۔کہ اگر اس

میں علامات فسق و فجور ہیں تو حرام ہے ورنہ حلال ہے۔ اصل حقیقتِ حال تو یہ ہے۔ آگے فاضل معاصر جیسے فہیم انسان کے ہاتھ میں قلم آ گئی جو دل میں آیا لکھ دیا۔

الاستدلال علیٰ اباحتِ السّماعِ:

پیشتر مذکور ہوا۔ کہ سماع کے دو قسم ہیں۔ مشروع و غیر مشروع۔ غیر مشروع کے دلائل و جوہات تو فاضل معاصر نے اپنے رسالہ میں بڑی دھوم دھام سے بھرپور کر دیے ہیں۔ ان کے دوہرانے کی کوئی حاجت نہیں۔ لہٰذا سماع مشروع کے چند وجوہات و دلائل بطور مشت نمونہ خروارے ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں۔ اور اس کا فیصلہ ان کی فطرت سلیمہ پر رکھا گیا ہے۔

الاول اصل حلت و اباحت سماع کی دلیل یہ ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں ذکر کیا ہے۔ کہ خود جناب سرورِ کائنات ﷺ نے فتح مکہ کے روز سورۃ فتح کو ترجیع کے ساتھ تلاوت فرمایا۔ گو بعض شراح اس حدیث کی یوں تاویل کرتے ہیں کہ یہ ترجیع اختیاری یعنی غنا نہیں تھا۔ بلکہ اضطراری بوجہ جنبش ناقہ جس پر آپ سوار تھے ہوئی تھی۔ لیکن اس تاویل کو شیخ محدث نے رد کر دیا۔ اور کہا کہ اگر ترجیع اختیاری نہ ہوتی تو عبداللہ بن مغفل اس کو حکایت نہ کرتے۔ تاکہ لوگ اس کے ساتھ اقتدا کریں۔ اور ترجیع کو حضور کی طرف نسبت نہ کرتے۔ علاوہ ازیں احادیثِ ذیلہ قولیہ میں صریحاً تغنی بالقرآن کی ترغیب دی گئی ہے۔ (۱) زَیِّنُوا القرآنَ بِاَصواتِکُمْ یعنی زینت دہید قرآن را با آواز ہائے خود۔ یعنی قرآن شریف کو خوش آواز سے پڑھ کر زینت دیا کرو۔ (۲) لَیسَ مِنّا مَن لَم یتغَنّ بِالقرآنِ یعنی جو شخص قرآن کو بغیر راگ کے پڑھے گا وہ ہمارے سے نہیں ہے۔ (۳) لِکُلِّ شیءٍ حِلیۃٌ و حلیۃُ القرآنِ حُسنُ الصوتِ۔ یعنی ہر چیز کے لیے زیور ہیں۔ اور قرآنِ شریف کا زیور خوش آوازی ہے۔ (۴) ایک رات ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (کہ بڑے خوش آواز تھے۔ اور خوش خواں بھی۔ اور حضورِ کریم ﷺ نے اس کے حق میں فرمایا ہے اُعطی مزماراً من مزامیر ال داود) قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ اور جناب رسول خدا ﷺ خفیہ طور سنتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے ابوموسیٰ کو اطلاع دی۔ ابوموسیٰ

نے کہا کہ افسوس اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ میرا قرآن شریف سنتے ہیں۔ تو میں زیادہ خوش الحانی سے پڑھتا۔ فائدہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض غناء کے ساتھ قرآن شریف کو پڑھنا جائز قرار دیتے ہیں۔ خواہ اس میں افراط اور شباع حرکات میں کیوں نہ آجائے خواہ قوانین موسیقی یعنی راگ کے ساتھ بھی پڑھا جائے۔ اور بعض مطلقاً منع کرتے ہیں۔ اور حق جو کہ انصاف کا دائرہ کا مرکز ہے۔ وہ یہ ہے کہ خوش الحانی اور تغنی بالقرآن کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ بدون تکلف و تصنع کے خود بخود صادر ہوتی جائے۔ جیسا کہ ابو موسیٰ سے ہوتی تھی۔ دوسرے یہ کہ تصنع کے ساتھ ہی کیا جائے۔ پہلا قسم جائز بلکہ مستحسن ہے۔ اور دوسرا نا جائز الکل فی المدارج۔

الثانی یہ کہ امام بخاری نے ربیع بنت معوذ سے روایت کیا ہے کہ جب میری شادی ہوگئی تو سرورِ دو جہاں ﷺ میرے پاس تشریف لا کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں دو لڑکیاں آ کر دف بجانے اور شہداء بدر کے محاسن گانے شروع کر دے۔ اتنے میں ان میں سے ایک نے یہ مصرع پڑہا۔

و فینا نبی یعلم ما فی الغد یعنی ہمارے بیچ میں نبی ہے جو کل کی باتیں جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کہ اس لفظ کو چھوڑ دو۔ اور پہلا مضمون گاتے چلیو

الثالث یہ کہ امام بخاری نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔ کہ ایک عورت کی شادی ایک مرد انصاری کے ساتھ کی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ لہو یعنی گانا بجانا کیوں نہیں۔ کیونکہ انصار لوگ لہو کو پسند کرتے ہیں۔

الرابع یہ کہ امام مسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رواایت کیا ہے۔ کہ ایک دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور میرے پاس دو لڑکیاں گاتی اور دف بجاتی تھیں۔ اور سرورِ عالم ﷺ نے منہ مبارک پر کپڑا اوڑھا ہوا تھا۔ ابو بکر نے ان کو منع کیا آپ نے منہ مبارک سے کپڑا اتار کر فرمایا۔ چھوڑ دان کو اے ابو بکر عید کے ایام ہیں۔

الخامس یہ کہ امام احمد و ترمذی و نسائی و ابنِ ماجہ حاطب سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ فصل مابین حلال و حرام کے آواز (گانا) اور دف کا بجانا ہے۔ مطلب اس

حدیث کا یہ ہے کہ جس نکاح میں گانا اور بجانا ہو وہ جائز ہوتا ہے۔ اور جس میں یہ نہ ہوں تو وہ نکاح کالعدم ہے۔

السادس یہ کہ ابنِ ماجہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک رشتہ دار عورت کی کسی انصاری کے ساتھ شادی کر دی۔ حضور کریم ﷺ جب تشریف لائے پوچھا کہ تم نے عورت کو بھیج دیا ہے یعنی اس کی شادی ہوگئی۔ عرض کیا ہاں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ کوئی گانے والی بھیجی یا نہ۔ عرض کیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قوم انصار کو گانے کا بڑا شوق ہے۔ اگر اس کے ساتھ کوئی ایسا آدمی ہوتا۔ تو یہ شعر گاتا جاتا تو اچھا ہوتا۔

اتینا کم اتینا کم

فحیانا و حیاکم

یعنی آتے ہیں ہم تمہارے پاس آتے ہیں ہم تمہارے پاس۔ پس مبارک ہو ہمیں اور مبارک ہو تمہیں۔

السابع یہ کہ ابنِ ماجہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول خدا ﷺ مدینہ طیبہ کے کسی محلّہ میں تشریف لے جا رہے تھے۔ وہاں عورتیں یہ شعر دف اور راگ کے ساتھ گاتی تھیں

نحن جوار من بنی النجار

یا حبذ ا محمد من جار

یعنی ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں۔ محمد ﷺ ہمارا عجیب پڑوسی ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ کہ میں تم کو دوست رکھتا ہوں۔

الثامن یہ کہ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے کہ جب رسولِ خدا ﷺ جنگِ تبوک سے بفتح ونصرت واپس تشریف لائے تو عورتوں نے مبارک بادی میں یہ شعر پڑھا۔

طلع البدر علینا من ثنیة الوداع

وجب الشکر علینا مادعی اللہ الدع

یعنی ثنیۃ الوداع سے ہم پر چاند طلوع کیا۔ ہم پر شکر واجب ہے جہاں تک اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے والا دعا مانگے۔

التاسع یہ کہ صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خندق کی کھودائی کے وقت صحابہ یہ شعر پڑھتے تھے۔

نحن الذین بایعو محمدا

علی الجھاد مابقینا ابدا

یعنی ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ جہاد پر بیعت کی جب تک زندہ رہیں گے۔ اور حضورِ کریم ﷺ ان کے جواب میں یہ شعر پڑھتے تھے۔

واللہ لو لااللہ ما اھتدینا

ولا تصدقنا و لا صلینا

وانزلن سکینۃ علینا

وثبت الا قدام ان لاقینا

ان ا لا ولی قد بغو علینا

اذا ارباد و افتنۃ ابینا

اور کلمہ ابینا کو بار بار دوہراتے۔ اور آواز کو بلند فرماتے تھے ترجمہ ان اشعار کا یہ ہے۔ خدا کی قسم ہے کہ اگر خدا نہ ہوتا تو ہم ہدایت پر نہ آتے۔ اور نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔ یا اللہ ہمارے اوپر سکینت نازل کر۔ اور جب ہم دشمنوں کا مقابلہ کریں تو ہمارے قدموں کو ثابت رکھ۔ یہ لوگ ہمارے اوپر بغاوت کرتے ہیں۔ جب فتنہ کا ارادہ کریں تو ہم انکار کرتے ہیں۔

فتلك عشرۃ کاملۃ

علیٰ ہٰذا القیاس اس مضمون کی احادیث کو اگر لکھا جاوے تو ایک دفتر وسیع چاہیے لہٰذا اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے والعاقل تکفیہ الاشارۃ

الحاصل ان احادیث کی عبارت النص نے مواقعات ذیلہ میں گانے بجانے کو ثابت کر دیا (۱) شادی کے وقت عام ازیں کہ خاص بوقت انعقاد نکاح ہو جیسا کہ احادیث میں مروی ہے ایلنو النکاح ولو بالد ف یعنی ظاہر کرو نکاح کو اگرچہ دف کے ساتھ بھی ہو۔ یا بوقتِ زفاف یا بعد ازاں (۲) خوشی مباحہ کی مبارکبادی کے وقت (۳) خوشی پہنچنے کے وقت (۴) دوستوں کی ملاقات کے وقت (۵) کسی نیک کام کی تحریص وترغیب کے وقت اوران کی اشارۃ النص نے مواقعات ذیلہ میں گانے بجانے کی اجازت دے دی۔ اور حقیقت بتلا دی۔ (۶) ولیمہ کے وقت (۷) عقیقہ کے وقت (۸) ختنہ کے وقت (۹) اعراس بزرگانِ دین کے وقت (۱۰) ختم قرآنِ شریف کے وقت (۱۲) ولادت لڑکا کے وقت جیسا کہ احیاء العلوم میں ہے۔

فائدہ واضح ہو کہ اعراسِ بزرگانِ دین میں جو سماع مروج ہے وہ بھی انہیں احادیث سے مستنبط ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا شیخ الہند مولوی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ نے فیصلہ ہفت مسئلہ میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ لفظ عرس اس حدیث سے ماخوذ ہے نَم کنومۃ العروس یعنی بندہ صالح سے کہا جاتا ہے کہ عروس کی طرح آرام کر، کیونکہ موت مقبولان الٰہی کے حق میں وصال کی دو لحاظ سے مشروعیت ہوگی اول یہ کہ اس دن اس بزرگ کا وصال ہوا ہے الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب چونکہ دوستوں کی ملاقات کے وقت سماع ماثور و منقول ہے کہ جیسا کہ احادیث سابقہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ تو اولیائے کرام جنھوں نے تمام عمر محبت الٰہیٰ میں فنا کر دی۔ جب وہ اپنے محبوب کو ملیں اس دن سماع نہایت مستحسن ہوگا۔ وہ نہایت ہی خوشی کا دن ہے۔

خرم آں روز کزیں منزل ویران بردم
راحتِ جان طلبم بردر جاناں بردم

دوئم یہ کہ ایسے موقعہ میں ہزاروں صلحاء واولیاء جمع ہو کر آپس میں ملتے جلتے ہیں یہ دن ان کے

لیے وصالِ مہجورین کا روز ہے۔ تو اس لحاظ سے بھی سماع مستحسن ہوگا۔

الحاصل اس بیانِ بسیط سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ حضورِ کریم ﷺ کے سامنے آپ کی اجازت سے غنا مع المز امیر کا استعمال کیا گیا۔ بلکہ خود حضور ﷺ نے کلامِ الٰہی کو خوشی فتح میں اسی لہجہ سے پڑھا اور ابو موسیٰ اشعری سے بھی خوش الحانی سے سنا۔ اور خوش الحانی سے پڑھنے کی ترغیب بھی دی۔ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اس طرح نہ پڑھے گا وہ ہمارے سے نہیں اور اشعار مناسبہ خود بھی پڑھے۔ اور صحابہ کبار کے ساتھ مشاعرہ بھی فرمایا۔ اب بتلایئے کہ وہ کون سی چیز باقی رہی جس کو فاضل معاصر حرمت کا حکم لگا بیٹھے ہیں۔ فعل رسول اکرم ﷺ کو تو کسی کی مجال نہیں کہ حرام کہہ سکے۔ اب قرآن شریف کو راگ سے پڑھنا اور اس کو کان دھر کر سننا اور اشعار کا پڑھنا اور سننا اور دف بجانا یہ سب تو طیب حلال ہیں۔ باقی حرمت کس کے حصہ میں آئے گی۔ البتہ وہ اشعار جن کا مضمون مذموم ہو یا وہ سماع جو محافل فساق میں بغرض لہو ولعب ہو تو اس کی حرمت و قباحت پر تو اتفاق ہے۔ لیکن غنا کو علی الاطلاق حرام کہہ دینا ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

من نمیدانم کہ ایں سخن ترا تقریر چیست
خود بگو آخر ز تقریرِ سخن اے بو الہوس

قال اور ایسا ہی جتنے آلاتِ ملاہی ہیں جن کو معازف کہتے ہیں۔ سب حرام ہیں۔

اقول و باللہ التوفیق یہاں تو جناب نے حرمت معازف کی ایسی تعمیم کی جس سے کسی جزئی کے نکلنے کا احتمال تک نہ چھوڑا۔ لیکن آگے جا کر بعض معازف کو اس حرمت سے مستثنیٰ کر بیٹھے۔ لہذا اس قدر عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر اس حرمت کی تعمیم ہی مقصود تھی تو پھر تخصیص کیسی۔ اور اگر تخصیص ہی منظور تھی۔ تو یہاں ایسی تاکیدی تعمیم کیسی۔ بہرکیف یہ دعویٰ بھی قابلِ ترمیم ہے۔

مزن بے تامل بگفتار دم
نکو گوے گردیر گوئی چہ غم

باقی رہی معازف کی حلت یا حرمت۔ اس کی نسبت ذرا کان رکھ کر سنیے۔

تحقیق المرام فی ھذا المقام یہ ہے کہ فی الاصل وفی حد ذاتہ تمام انواع معازف ومزامیر مباح ہیں۔ ان میں ذاتی حرمت ہرگز نہیں۔ بلکہ عوارض ملحقہ کی وجہ سے کبھی حرمت عارض ہو جاتی ہے۔ اور ان عوارض مذمومہ کا عنقریب ذکر آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ تو گویا مزامیر بھی دو قسم ہیں ایک مشروع دوسرے غیر مشروع۔ یعنی اگر عوارض ذمیمہ سے معری ہیں تو مشروع ہیں۔ اور اگر عوارض ذمیمہ کے ساتھ ملحق ہیں تو غیر مشروع۔ اب جن روایات کا مفاد اباحت ہے ان کا محمل پہلا قسم ہوگا اور جن کا مدلول حرمت ہے ان کا محمل دوسرا قسم ہوگا فحصل الوفاق و ارتفع الشقاق اور چونکہ فاضل معاصر نے روایات محرمہ کو اپنے رسالہ میں بکثرت ذکر کر دیا ہے۔ اس لیے ان سے اعراض کر کے صرف روایات محللہ کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے جس سے ناظرین خود فیصلہ کر کے میرے مدعا کی تائید کر دیں گے۔

الاستدلال حدیث شریف میں ہے کہ ایک عورت نے حضورِ کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ آپ کے سامنے دف بجاؤں گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس نذر کی وفا کرو یعنی میرے روبرو دف بجا رواہ ابو داؤد اور یہ بھی حدیث شریف ہے لانذر فی معصیۃ رواہ ابو داود و الترمذی والنسائی یعنی گناہ کے کام کی اگر نذر مانی جائے تو اس کی وفا لازم نہیں ہوتی۔ تو ان دونوں صورتوں سے مابہ الاشتراک اباحت دف علی الاطلاق ثابت ہو گیا۔ ورنہ وفاءِ نذر کا حکم نہ فرماتے نیز احادیث متقدمہ سے بخوبی روشن ہوا کہ حضورِ کریم ﷺ کے زمانہ میں دف مواقع مختلفہ میں آپ کے حکم سے بجائی گئی ہے۔ اگر حرام ہوتی تو آپ بنفسِ نفیس اس کو ہرگز نہ سنتے دوسرا قسم معازف کا عود ہے جس کو بربط بھی کہتے ہیں۔ اور اس کی تاریں ہوتی ہیں۔ جنکو زیر و بم کہتے ہیں۔ اور غیاث اللغات میں ہے کہ عود کو ہندی میں طنبور اور رباب کہتے ہیں۔ شیخ محدث دہلوی نے کہا ہے کہ عبداللہ بن جعفر و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن زبیر و معاویہ بن ابی سفیان و عمرو بن عاص و حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان جملہ صحابہ کبار سے منقول ہے کہ بربط کو سنا کرتے تھے۔ اور غیر صحابہ سے عبدالرحمٰن بن حسان و خارجہ بن زید جو فقہاء

سبعہ مدینہ میں سے ہیں ان سے بھی اس کا سماع منقول ہے۔اور استاد ابومنصور نے زہری وسعید بن میتب وعطا بن ابی رباح وشعبی ودعبداللہ بن ابی عتیق واکثر فقہاء مدینہ منورہ سے اس کا سماع نقل کیا ہے۔اور جلیلی نے عبدالعزیز بن ماجشون سے نقل کیا ہے۔کہ وہ عود کے سننے میں رخصت دیتے تھے ابراہیم بن سعد نے ایک دن رشید کے پاس آ کر عود طلب کیا۔رشید نے پوچھا کہ عود مر مریا مجمر۔ابراہیم نے کہا کہ عود مرمر۔تو رشید نے سرود عود حاضر کر دیا۔جس کو اس نے خوب بجایا۔ اور غنا وعود کے جواز کا فتویٰ بھی دے دیا۔اور ابنِ سمعانی نے طاؤس سے اس کے جواز کو نقل کیا ہے۔اور فاکہی نے تاریخ مکہ میں ذکر کیا ہے کہ ایک دن موسیٰ بن معمر نے عطا بن ابی رباح کو بلایا ۔جب وہ آئے تو وہاں کچھ لوگ گاتے تھے۔اور عود بجاتے تھے۔ان کے آنے سے وہ رک گئے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک گائیں بجائیں نہیں تو ہرگز نہ بیٹھوں گا۔پھر انہوں نے اسی طرح گانا بجانا شروع کر دیا۔وہ بیٹھ کر سنتے رہے۔ان روایات سے عود کا جواز بھی ثابت ہوگیا۔کیونکہ اگر حرام ہوتا ایسے جلیل القدر صحابہ وتابعین وفقہا ومتورعین ومحدثین اس کو ہرگز نہ سنتے ۔یہ ہمارے مقتداء وپیشوا ہیں۔اُن کے افعال واقوال ہمارے لیے سند ہیں۔ان کے افعال ہوائے شہوانی و خواہش نفسانی پر ہرگز محمول نہیں ہو سکتے۔تو ضرور ہے کہ ان اکابر کو شارع کی اجازت کا علم ہوگا۔ ورنہ ایسا کام جو خلافِ شریعت ہو ان سے ابعد بمراحل ہے فثبت ان العود حلال مباح سماعہا۔

جب دف اور عود کی اباحت وحلت صریحاً ثابت ہوگئی۔تو باقی جمیع اقسام مزامیر ومعازف کو ان پر قیاس کر کے جملہ مزامیر کو حلال ومباح سمجھا جائیگا۔اور جہاں تک ان سے کوئی عوارض ذمیمہ عارض نہ ہو تو اُنکو حرام نہ کہا جائے گا وجہ اس کی یہ ہے کہ جملہ مزامیر کے آواز دو صورتوں سے خالی نہیں۔یا تو ان سے غرض تشہیر ہوتی ہے یا تطریب۔پہلی صورت دف میں موجود ہے۔اور دوسری عود میں۔پس جو آلات مشہرہ ہیں وہ تمام دف پر مقیس ہوں گے۔اور جو مطربہ ہیں وہ عود پر۔اور مابہ الاشتراک ان کے وہی دو امر ہیں جو مذکور ہوئے۔ہاں اگر بغرض لہو ولعب بجائے جائیں تو اُن

کی حرمت عارضی ہوگی نہ ذاتی۔ اور یہ حرمت جمیع انواع مزامیر کو شامل ہوگی خواہ دف ہو یا عود یا غیر اس کے۔ اب اس مدعا کی تصدیق کے لیے روایات فقہیہ ذکر کیے جاتے ہیں۔

علامہ شامی نے ردالمحتار میں کہا ہے والطبل ازا کان لغیر اللهو فلا بأس به کطبل الغزاة والعرس لما فی الا جناس ولا بأس ان یکون لیلة العرس دف یضرب به لیعلن به النکاح و فی الو لو ا الجیة یعنی طبل اگر بغرض لہو نہ ہو تو کوئی خوف نہیں مثل طبل غازیوں اور شادی کے کیونکہ اجناس میں ہے کہ کوئی خوف نہیں کہ شادی کی رات دف بجائی جائے۔ تا کہ اس نکاح کا اعلان کیا جاوے۔ اور ولوالجیۃ میں ہے

وان کان للغزو والقافلة یجوز اتقانی ملخصاً انتهی کتاب الاجاره

کہ اگر غازیوں اور قافلہ کے لیے ہے اسی طرح اتقانی میں مختصراً۔

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے رجل استاجر رجلا لیضرب الطبلان کان للهو لایجوز وان کان الغزد والقافلة یجوز کذا فی غایة البیان انتهی اور ولوالجیہ میں ہے رجل استاجر ورجلا یضرب له الطبل ان کان للهولا یجوز وان کان للغزو والقافلة یجوز لانه طاعة انتهٰی ونقل من العتاب قال ابوبکر الوراق لکل قوم مزامیر ومزامیر العرب والعراق والخراسان الدف وما یلتوی به کالضج والناء ومزامیر البدوی الدهل وما یلتوی به ومزامیر اهل الهند الدخص وهو ثئ یتخذ من الخذف مجوف مطول له طرفان یمینه اشد صوتاً من الیسار یقال له بالفارسیة مندل وهو دهل الهند وما یلتوی به والشرع اباحة حالة التزوج اما قبله وبعده فحرام کذا فی ملتفط النسفی انتهی۔

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے اگر کسی نے کسی طبل بجانے کے لیے اجیر بنایا۔ اگر بغرضِ لہو تو جائز نہیں اور اگر غازیوں اور قافلہ کے لیے ہو تو جائز ہے۔ اسی طرح غایۃ البیان میں ہے اور ولوالجیہ میں ہے اگر کسی نے کسی کو طبل بجانے کے لیے اجیر بنایا۔ اگر لہو کے لیے ہو تو ناجائز ہے اور اگر غازیوں یا قافلہ کے لیے ہو تو جائز ہے۔ کیونکہ یہ طاعت اور عبادت ہے اور عتاب ہے۔ منقول ہے

کہ ابوبکر وراق نے کہا ہے کہ ہر قوم کے مزامیر ہیں اور عرب و عراق و خراسان کا مزامیر دف ہے۔ اُس کے مشابہ مثل صنج اور بدوی کے مزامیر دہل یعنی ڈھول ہے یا اس کے مشابہ اور اہل ہند کا مزامیر دخص ہے۔ وہ ایک خذف سے بنی ہوئی میان خالی۔ جس کی دو طرفیں ہوتی ہیں۔ دائیں کا آواز بائیں سے زیادہ ہوتا ہے اس کو فارسی میں سندل کہتے ہیں۔ وہ ہندی ڈھول ہے یا اس کے مشابہ اور شریعت نے اس کو شادی میں مباح کیا ہے۔ آگے پیچھے حرام۔

میرے مدعا کی فقہا (حنفیہ نے پوری پوری تصدیق کر دی ہے۔ یعنی شادی وغیرہ امور شرعیہ میں صرف دف کی خصوصیت نہیں بلکہ جملہ مزامیر اس میں علی السو جائز۔ غرض بہر حال کسی آلات مزامیر کی حرمت ذاتی نہیں۔ اگر ہے تو بوجہ عوارض ذمیمہ لاحق ہو جاتی ہے۔ اگر اس پر بھی آپ کو تسلی نہ ہوئی ہو تو ہم اس کی سند پیش کرتے ہیں جس سے بشرط انصاف آپ کو پورا اطمینان ہو جائے گا۔ شامی ردالمختار میں لکھتے ہیں:

هذا يفيد ان آلة اللهو ليست محرمة لعينها بل لقصد اللهو منها اما من سامعها او من المشتغل بها وبه تشعر الاضافة الا ترى ان ضربة تلك الآلة بعينها حل تارة وحرم اخرى باختلاف النية والامور بمقاصدها وفيه دليل لسادا تنا الصوفية الذين يقصد وان بسماعها امورا هم اعلم بها فلا يبادر المعترض باالانكار وكيلا يحرم بركتهم فانهم السادة الاخبار امدنا الله تعالٰى بامداداتهم واعاد علينا من صالح دعواتهم وبركاتهم انتهٰى۔

یعنی اس سے ثابت ہوا کہ مزامیر میں ذاتی حرمت کوئی بھی نہیں۔ بلکہ لہو کی نیت ہونے سے آ جاتی ہے۔ خواہ سننے والے سے یا بجانے والے سے اور لہو کی اضافت حدیث کی طرف سے بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ دیکھئے کبھی یہ خاص مزامیر حلال ہوتے ہیں اور کبھی حرام بوجہ اختلاف نیت کے اور کام نیت پر منحصر ہوتے ہیں۔ اس میں ہمارے صوفیائے کرام کی دلیل ہے کہ ان کی نیت اس سماع میں وہ ہوتی ہے جو خود ہی جانتے ہیں۔ پس کسی کو مناسب نہیں کہ ان پر انکار کرے

مبادا کہ ان کی برکات سے محروم ہو جائے۔ وہ اچھے لوگ ہیں اللہ تعالیٰ ان کی امداد ہم پر بھیجے اور ان کی نیک دُعائیں و برکات ہم پر اُتارے۔

لیجیے اب تو علامہ شامی نے آپ کے تمام شکوک رفع کر دیے اور فاضل کے دعوے کی بیخ کنی کر دی۔ پھر سنیئے امام غزالی نے احیاء میں لکھا ہے کہ کسی مزامیر کی حرمت بالکل ثابت نہیں۔ خواہ دف ہو یا طبل یا غیر اس کا مگر وہ کہ جس سے منع شرعی وارد ہوئی ہو۔ نہ اس واسطے کہ ان سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ ورنہ تمام لذیذ چیزیں حرام ہوتیں۔ بلکہ واسطے مقارنت محرمات یعنی لہو ولعب و شراب وغیرہ کے۔ میں حیران ہوں کہ فاضل معاصر کس گھمنڈ میں اگر علی الاطلاق حرمت جمیع انواع مزامیر کا دعویٰ کر بیٹھے ہیں۔ محدثین اور فقہاء کی بات نہ سننے کے علاوہ اپنے استاد مولانا مولوی عبدالحی لکھنوی کی بات کی پروا نہ کی۔ بلکہ صاف مخالفت کی جیسا کہ وہ مجموعۃ الفتاویٰ جلد ۲ ص ۲۵ میں لکھتے ہیں:

وما نقل عن بعض انهم يحرمون المعازف كلها ويستدلون بالحديث قول لايعبأ به منشأئه عدم معرفتهم بكتب الحديث والفقه انتهٰى

یعنی یہ جو بعض سے منقول ہے کہ جملہ معازف کو حرام کہتے ہیں اور حدیث شریف سے استدلال پکڑتے ہیں یہ قول ان کا غیر معتبر ہے۔ اس کی منشا اور وجہ یہ ہے کہ کتب حدیث اور فقہ کی مہارت نہیں رکھتے۔

اس بیان سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ مزامیر فی الاصل حرام نہیں ہیں۔ بلکہ مباح ہیں بوجہ عوارض لاحقہ کے البتہ حرام ہو جاتے ہیں۔

العوارض المحرّمة للسّماع

پہلے مشرحاً مذکور ہوا کہ غنا خواہ مجرد ہو یا مع المزامیر فی نفسہ مباح ہے۔ اس میں ذاتی حرمت یا کراہت ہرگز نہیں۔ البتہ عوارض مذمومہ کے سبب سے حرمت یا کراہت لاحق ہو جاتی ہے اور جب ان عوارض سے مبرا ہو تو نہ حرام ہے نہ مکروہ بلکہ مباح ہے اور عوارض بحسب تصریح امام غزالی

پانچ ہیں اور ایک زیادہ کیا گیا ہے۔کل چھ ہیں:

1 یہ کہ مغنیہ عورت نامحرمہ ہو جس کی طرف نظر کرنا اور اُس کا آواز سننا بوجہ خوف فتنہ شرعاً ناجائز ہو۔ یا نابالغ لڑکا صبیح الوجہ ہو جو محل شہوت ہونے کی وجہ سے مثل عورتوں کے ہو۔ ان سے سننا حرام ہے نہ اس واسطے کہ غنا حرام ہے۔ بلکہ خوف فتنہ سے۔ کیونکہ ایسوں سے بات چیت کرنا بلکہ قرآن شریف کا سننا بھی ناجائز ہے۔ اب اگر خوف فتنہ نہ ہو تو حرام نہیں ہے۔

2 یہ کہ مزامیر ایسے ہوں جن کی خصوصیت شراب خوروں اور مخنثوں کے ساتھ ہو جن کے استعمال سے اُن کی مشابہت لازم آتی ہو اور اگر ایسے نہ ہوں تو حرام نہیں۔ یعنی جو مزامیر صلحاء کی مجالس میں مروج ہو گئے ہوں تو ان کی حرمت نہیں رہتی۔

3 یہ کہ اس مجلس میں قوال ایسی غزلیں پڑھیں جن میں فحش اور بے ہودہ بکواس ہو یا کسی مسلمان کی ہجو ہو یا خداوند تعالیٰ یا رسول پاک ﷺ پر افترا ہو یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بہتان ہو جیسا کہ روافض وغیرہ کرتے ہیں۔ ایسا سماع خواہ منظومہ ہو یا منثورہ خواہ خوش الحانی سے ہو یا نہ، سب حرام ہے۔ قائل اور سامع دونوں شریک فی لاثم ہوں گے یا کسی عورت خاصہ کی وصف مردوں میں کی جائے یہ سب کے سب حرام ہیں۔

4 یہ کہ سننے والے پر شہوت غالب ہو اور بدخیال ہو۔ اس حد تک کہ اشعار محمودہ کو محافل مذمومہ پر متحمل کر کے اپنی عاقبت خراب کرے۔

5 یہ کہ سننے والا عامی شخص ہو جس کو حلاوت عشق ہرگز نہیں صرف قوالوں کے منہ کی طرف تکتا رہے اور مضامین تک اُس کی رسائی نہ ہو۔ (احیاء)

6 قوال یا سامعین کی نیت لہو ولعب ہو اور مجلس فساق واوباش ہو۔ جو کھیل کی غرض سے منعقد ہو اور اوقات مخصوصہ میں عبادات مفروضہ کی ادائی میں قصور ہو جائے۔ اسی کی طرف کلام الٰہی کا اشارہ بحسب تصریح بعض مفسرین ہے لیضل عن سبیل اللّٰہ ان عوارض کے لحوق کی وجہ سے سماع حرام ہو جاتا ہے اور اسی پر محمول ہیں تمام عبارات کتب فقہ وحدیث جن میں

حرمت سماع مذکور ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مواقع السّماع

امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ سات موقعہ ہیں جن میں اغراض مخصوصہ کے لیے سماع مشروع و مروج ہے:

(اوّل) غناء الحجیج یعنی حاجیوں کے لیے گانا۔ کیونکہ وہ پہلے شہروں میں طبل اور شاہیں لے کر گاتے بجاتے ہیں۔ چونکہ اس میں ایسے اشعار و نظمیں پڑھے جاتے ہیں جو وصف کعبہ و مقام ابراہیم و حطیم و زمزم و باقی مشاعر پر شامل ہوں جس سے سامعین کو حج بیت اللہ کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ سماع محمود و مستحسن ہوگی۔ لان الباعث علی الخیر خیر

(دوئم) غناء القراۃ یعنی نمازیوں کا راگ چونکہ اس میں بھی تحریص و ترغیب جہاد کی ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ غنا بھی اعلیٰ درجہ کا مشروع و مستحسن ہوگا۔ الا اس میں راگ کچھ قدر جوشیلا اور الفاظ بھی ایسے ہوتے ہیں جن سے شجاعت بھڑکے اور کفار پر غصہ و غضب جوش مارے۔ یہاں تک کہ اپنی جان و مال کو اُن کے مقابلہ میں ناچیز سمجھے۔ جیسا کہ دیوان متنبّی میں ہے:

یری الجبناء ان الجبن حزم

وتلك خديعة الطبع اللئيم

یعنی بزدل گمان کرتا ہے کہ بزدلی اچھی چیز ہے اور یہ طبع نامبارک کی فریب ہے۔

(سوئم) وہ غنا جو بہادران اسلام بوقت مقابلہ کفار کے کہا کرتے ہیں۔ غرض اُن سے تقویت قلوب مجاہدین و تضعیف دل کفار ہوتی ہے لیکن اس میں یہ بھی شرط ہے کہ راگ اور آواز نرم اور باریک نہ ہوں اور نہ مزامیر ایسے ہوں جن کے نرم اور حسین آواز ہوتے ہیں۔ بلکہ جابر آواز ہونا چاہیے اور یہ غنا جہاد مباح میں مباح ہے اور واجب میں واجب اور اگر اہل اسلام کے ساتھ مقابلہ ہو تو حرام ہے اور یہ غناء بہادران اسلام صحابہ وغیرہ سے بکثرت منقول ہے۔ حضرت علی کے اشعار زبان زد خلائق ہیں۔

(چہارم) غنا نیاحت: یہ دوقسم ہے۔ مذموم ومحمود، مذموم وہ ہے کہ کسی چیز کے تلف ہونے یا کسی شخص کی وفات پر کی جاوے قال اللہ تعالٰی لکیلا تاسوا علٰی ما فاتکم اور حدیث شریف میں بھی اس کی مذمت موجود ہے اور محمود وہ ہے جو انسان اپنے قصورات دینی پر افسوس ظاہر کرے اور اپنے گناہوں پر روئے اور نوحہ کرے۔ جیسا کہ حضرت آدم ونوح و داؤد علیہم السلام کے واقعات مشہور ہیں۔

فائدہ: بناء علیہ یہ جو واعظین منبر پر چڑھ کر آواز مرقق ومحزن سے تقریریں کرتے ہیں جن سے لوگوں کے دلوں میں اثر پیدا ہوتا ہے اور روتے ہیں یہ بھی محمود ہے۔

(پنجم) غنا السرور یعنی خوشی کے اوقات میں گانا بجانا۔ جیسے پہلے اس کی تشریح ہو چکی ہے۔ مثلاً عید، شادی ولیمہ، عقیقہ، اعراسِ بزرگان، کسی دوست کی آمد مبارک بادی، لڑکا کی پیدائش و ختنہ، قرآن شریف کا ختم وغیرہ وغیرہ جو جو خوشیاں محمود ہیں اُن کا اظہار بھی بذریعہ غنا محمود ہے۔

(ششم) سماع العشاق۔ واسطے تحریک شوق وبھڑکانے عشق کے اگر عشق محمود ہے تو غنا بھی محمود ہوگا ورنہ مذموم۔

(ہفتم) غنا عاشقان انوار الٰہی وغریقان ابحار نامتناہی ایسے لوگوں کے حق میں سماع ایک روحانی غذا ہے۔ جب تک نہ لے جاں بلب ہو جاتے ہیں مراتب میں عقدے پڑ جاتے ہیں۔ مل جائے تو تروتازہ ہو جاتے عقدے کھل جاتے ہیں۔ عبادت میں چست وچالاک ہو جاتے ہیں۔ تمام خیالات سوائے لقاء محبوب کے محو ہو جاتے ہیں جیسا کہ حضرت خواجہ حافظ فرماتے ہیں:

خاطرم وقتے ہوس کردے کہ بینم چیز ہا
تا ترا دیدم نکردم جز بدیدارت ہوس

اس حال کی آگاہی صرف اسی شخص کو ہوگی جس نے اس کا مزہ چکھا اور جس کو اس نعمت عظمٰی سے محرومی ہے وہ انکار کر کے اپنے آپ کو دائمی بدنصیبی کا سزاوار بناتے ہیں۔ اس حال کو صوفیا کی اصطلاح میں وجد کہا جاتا ہے جو وجود سے ماخوذ ہے۔ یعنی سماع سے پہلے یہ حالت نہ تھی۔ اب

سماع کی برکت سے موجود ہوئی۔ اس سے دل تمام کدورات سے مصفا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ سونا و چاندی کی کدورت آگ میں ڈالنے سے جل جاتی ہے اور وہ صاف ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً سوہاگہ ملانے سے بھی زیادہ شفاف ہو جاتے ہیں اسی طرح مجلس شیخ کامل میں سماع کا سننا سوہاگہ کا کام دیتا ہے۔ پھر اس تصفیہ کے بعد مشاہدات اور مکاشفات حاصل ہوتے ہیں جو کہ اصلی مطالب عشاق ہیں۔

غرض سماع اُن کے حق میں ایک سیڑھی ہے جس کے ذریعہ مطالب علیا کو پہنچ جاتے ہیں یا آئینہ ہے جس کے ذریعہ اپنے محبوب کا نظارہ کر لیتے ہیں۔ یہ وہ حالت ہے جسے دیکھ کر آسمان کے ستارے بھی رقص کرتے ہیں۔ بلکہ مزامیر بھی مست ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ خواجہ حافظ نے فرمایا ہے:

در طرب خانۂ عشاق الٰہی بنگر کہ
چساں رقص کند زہرہ بہنگامِ سماع
طبل در غلغلہ آید کہ کجا شد منکر
چنگ در قہقہہ آید کہ کجا شد مناع

اب اگر بلید جامد قاسی القلب اس وجد اور اضطراب سے تعجب کرے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ عنین لذت جماع سے اور نادان لڑکا لذت ریاست و اسباب سے اور جاہل معرفت الٰہی کی لذت سے بھی تعجب کرتے ہیں۔ ان تمام کا ایک ہی سبب ہے۔ وہ یہ کہ لذت فرع ادراک کی ہوتی ہے۔ جس کو جس چیز کا ادراک نہ ہو اس کو اس کی لذت خاک آئے۔ مثلاً جس کی قوت ذائقہ نہ ہو اس کو مطعومات کی لذت نہیں ہوتی اور جس کی قوت سامعہ مفقود ہو۔ اس کی لذت مسموعات کہاں کی اور جس کا عقل کافور ہو۔ اُس کو لذت معقولات ندارد اور جس کی حسن باصرہ معدوم ہو اس کو مبصرات کی لذت ناموجود ہوتی ہے۔ اسی طرح جو لوگ وجد اولیاء کے منکر ہیں وہ ان اسرار سے بے خبر ہیں:

اسرار محبت را ہر دل نبود لائق

در نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے

مولانا روم صاحب فرماتے ہیں:

گونیا موزی صفیہ طبلے

توچہ دانی کوچہ دارد با گلے

اب اس مضمون کو اس بیت پر ختم کرتا ہوں:

سخن عشق نہ آنست کہ آید بزباں

مطر با خوش بگو کوتاہ کن ایں گفت و شنفت

ضمیمہ درالمختار میں ہے کہ نقارہ نوبت کا بجانا اگر بغرض تفاخر ہو۔ (جیسا کہ عام متکبرین دنیاداروں کی چال ہے) تو حرام ہے اور اگر بفرض تنبیہ ہو تو کوئی خوف نہیں ہے۔ جیسا کہ تین وقتوں میں بمراد یاد دہانی نفخات صور کے بجائے جاتے ہیں۔ واسطے مناسبت اُن وقتوں کے اُن نفخات کے ساتھ۔ مثلاً عصر کے بعد نفخہ فزع اور عشاء کے بعد نفخہ موت اور نصف رات کے بعد نفخہ بعث کی طرف اشارہ ہوگا اور شرح ملتقی میں ہے کہ بوق جو حمام کی فراغت کے واسطے بجایا جاتا ہے وہ بھی جائز ہے اور شامی میں ہے کہ جو طبل رمضان شریف میں سحور کے وقت بغرض بیدار کرنے لوگوں کے بجایا جاتا ہے وہ بھی جائز ہے۔ لیجیے حضرات! اب تو فقہا کرام نے گونا گوں مزامیر کو اغراض صالحہ کی وجہ سے مباح کر دیا۔ علامہ شامی نے طبل نکاح و طبل غازیان و نقارہ تنبیہ اوقات ثلاثہ و بوق حمام و طبل رمضان کو اور ولوالجیہ اور فتاوے ہندیہ اور غایۃ البیان نے طبل غازیان و طبل قافلہ کو اور ابوبکر وراق نے دف اور صنج اور نے اور رخص اور ڈھولک کو شادی کے واسطے حلال کر دیا اور صحابہ کبار و تابعین و تبع تابعین نے طنبور کو حلال کر دیا۔ نامعلوم کہ فاضل معاصر کس خیال سے تمام مزامیر کو حرام کر بیٹھے ہیں۔ شاید کبر سن نے ان کو کتابیں دیکھنے کا موقعہ نہیں دیا۔ آپ کے استاذ صاحب نے ان کی قلعی کھول دی ہے۔ جیسا کہ کہا کہ جو لوگ تمام معازف کو حرام کہتے ہیں اور

حدیث شریف سے دلیل پکڑتے ہیں ان کا قول لا یعبابه ہے۔اس کا منشا اُن کی عدم معرفت کتب حدیث وفقہ ہے تو گویا اس بے چارہ کے اپنے استاد صاحب نے کتب حدیث وفقہ سے بے خبر ہونے کی شہادت دے دی ہے۔ ہمیں تو یہ اُمید نہیں تھی مگر بمضمون اہل البیت ادری بما فیہ کے حضرت مولانا کی شہادت پر وثوق کر کے یقین کیا جاتا ہے اور آپ کو ان معاملات سے معذور سمجھا جاتا ہے۔ واللہ الھادی

قال قال اللّٰہ تعالٰی ومن الناس من یشتری ھو الحدیث لیضل عن سبیل اللّٰہ بغیر علم و یتخذھا ھزوا اولئك لھم عذاب مھین انتہٰی مراد لہو الحدیث سے غنا ہے۔اس پر بعض صحابہ اور بعض تابعین کے آثار جو کہ متعدد طریق سے پہنچے ہیں دلالت کرتے ہیں۔

اقول اس کلیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت مقدسہ کا شان نزول صرف یہی ہے جس کو جناب نے ذکر کیا ہے۔حال آنکہ مفسرین نے اس کے شان نزول میں مختلف روایات ذکر کیے ہیں۔اس لیے مناسب تھا کہ اس کی تقریب میں یوں فرماتے کہ بحسب تصریح بعض مفسرین کے اس آیت سے مراد الخ

اوّلاً تو اس آیت سے نصاً حرمت غنا ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس کے شان نزول میں مفسرین نے اقوال مختلفہ ذکر کیے ہیں۔چنانچہ تفسیر خازن میں اُس کی تفصیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض کا قول ہے کہ آیت نضر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی جس نے فارس کے بادشاہوں کے قصے خرید لائے تھے اور قریش کے محافل میں پڑھ کر سناتا تھا اور کہتا کہ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) عاد و ثمود کا قصہ سناتے ہیں اور میں رستم واسفندیار کا قصہ پڑھتا ہوں اور قریش اس کو سن کر بڑے محظوظ ہوتے تھے۔تب یہ آیت نازل ہوئی جو کہ ٹھیک ٹھیک مضمون مطابق ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہ آیت غنا کے بارہ میں نازل ہوئی جو کہ لونڈیاں مغنیہ خرید کر کے اُن سے راگ سنا کرتے تھے اور بعض کا قول ہے کہ یہ ہر لہو ولعب میں اُتری اور بعض کا قول ہے کہ شرک کے بارہ میں اُتری۔جب اتنے موارد آیت مبارکہ کے ہوئے تو صرف ایک ہی مورد کو لے کر مقام استدلال میں الفاظ محتملة

المعانی کو لانا نامناسب ہے۔علماء کا قول ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال یعنی جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

ثانیاً بالفرض مان لیا جائے کہ اس آیت سے مراد غنا ہی ہے جیسا کہ بعض صحابہ اور بعض تابعین کا قول ہے تاہم جناب کے مدعا کا اثبات اس سے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آیت شریفہ میں لہوالحدیث جن جن قیود کے ساتھ مقید ہے سب کے سب ملحوظ ہوں گے۔

1 لہو کی اضافت حدیث کی طرف جس کا مفاد یہ ہے کہ غنا بغرض لہو ہو جیسا کہ علامہ شامی نے اس کی تصریح فرمائی ہے اس کی حرمت میں تو اتفاق ہے۔

2 لیضل عن سبیل اللہ میں جو لام ہے وہ علّیہ ہے یعنی اشتراء لہو الحدیث کی علت اضلال عن سبیل اللہ ہو جس کا مفاد یہ ہے کہ لہوالحدیث کو اس غرض سے خرید کرتا ہے تا کہ اللہ کے راستہ (دین اسلام) سے گمراہ کرے اور سننے قرآن شریف سے اغوا کرے۔ مطلب اس کا یہ ہو کہ قرآن شریف بے رونق اور اسلام کمزور ہو جائے۔ میں کہتا ہوں کہ ایسا راگ جس کی قرآن شریف نے وصف بیان کی ہے اس کی حرمت میں کوئی اہل اسلام بھی شک نہیں کرسکتا۔

3 ویتخذھا ھزوا یعنی آیات قرآنی پر استہزاء بنانے کی غرض سے راگ کو خرید کرے۔ میں کہتا ہوں کہ ایسے راگ کی حرمت میں کون اہل اسلام شک کرسکتا ہے۔ بلکہ اگر اسی غرض سے قرآن شریف پڑھا جاوے تو بھی حرام ہے غنا کی خصوصیت نہیں۔تو جس غنا میں یہ تینوں اوصاف نہ پائے جائیں اُس کی حرمت کہاں سے آئی۔ فاضل معاصر کی یہ چال بازی قابل تحیر ہے۔ کیونکہ دعویٰ تو یہ کیا کہ غنا اور معازف سب حرام ہیں اور استدلال میں یہ آیت پیش کی جس کا معازف سے تو مساس بھی نہیں۔البتہ بنابر اقوال بعض مفسرین غنا پر صادق تو ہے لیکن وہ بھی مقید بچند قیود۔ دلیل خاص کو دعوے عام میں لانا فاضل معاصر جیسے جری آدمی کا کام ہے۔شاید بعض صحابہ کے قول سننے سے خوشی میں آکر اصل مطلب کو بھول

گئے اور جو دعویٰ کیا تھا اس کی اصلیت یاد نہ رہی۔

قدر مجموعہ گل مرغ سحر داند و بس

نہ کہ ہر کو ورقے خواند معانی دنست

فائدہ: زمانہ حال میں جو مجالس بزرگان دین کے اعراس پر ہوتی ہیں اوّلاً قرآن شریف خوش الحانی وحسن ترتیل سے پڑھا جاتا ہے۔تمام حاضرین باوضو نہایت متانت وسکون وخضوع وخشوع سے سرنگوں بیٹھ کر بڑی محبت سے سنتے ہیں۔ بعدہ سماع (جس میں حضور سرور کائنات ﷺ کے محامد اور اولیاء کرام کے اوصاف اور محبت الٰہی کے بھڑکانے والے کلمات ہوتے ہیں) ہوتا ہے اور پھر کلام الٰہی سے مثل سابق ختم کیا جاتا ہے۔اب بتلایئے کہ اس سماع میں کون سا اضلال واستہزاو استخفاف دین اسلام وکلام الٰہی ہے اور حرمت کہاں کی۔

ثالثاً میں پوچھتا ہوں کہ جس غنا و معازف کو بارگاہ نبوی میں یا مجالس صحابہ وتابعین میں عمل میں لایا گیا ہے وہ اس آیت کے مدلول میں داخل ہیں یا نہ۔بصورت اوّل یہ تمام حضرات (خاک بدہن دشمناں) مرتکب حرام کے ٹھہرے نعوذ باللہ من ذالک وبصورت ثانی تقریب تام نہیں۔ کیونکہ مدعا تو یہ تھا کہ جملہ معازف وغنا سب حرام ہیں اور دلیل سے یہ ثابت ہوا کہ بعض حلال و بعض حرام ہیں فکیف یثبت منه المطلوب

قال اخرج البخاری فی الادب المفرد و البیهقی عن ابن عباس لهو الحدیث هو الغناوا اشباعه انتهی واخرج ابن ابی شیبه باسناد صحیح ان عبداللّٰه بن سئل عن قوله تعالٰی ومن الناس من یشتری لهو الحدیث قال الغناء واللّٰه الذی لا اله غیره انتهی واخرجه الحاکم والبیهقی ایضاً وقال الحاکم صحیح الاسناد واخرج ابن ابی الدنیا وابن جریر عن شعیب بن یسار قال سألت عکرمة عن لهو الحدیث قال هو الغناء انتهٰی واخرج ابن ابی الدنیا وابن جریر وابن المنذر عن مجاهد ومن الناس من یشتری لهو الحدیث قال هو الغناء وکل لهو ولعب انتهی واخرج ابن ابی حاتم عن عطاء ومن الناس من یشتری لهو

الحديث قال الغناء والباطل انتهى واخرج ابن ابى حاتم عن الحسن قال نزلت هذه الآية فى الغنا والمزامير انتهى واخرج ابن ابى الدنيا عن ابراهيم ومن الناس من يشترى لهو الحديث قال الغناء انتهى واخرج البغوى عن سعيد بن جبير قال لهو الحديث الغناء والمزامير والمعازف انتهى٥

اقول اولاً تو ان آثار کے اسناد میں مقال ہے جس کی تشریح کی گنجائش نہیں ہے۔ ثانیاً جس طرح لہوالحدیث کی تفسیر بعض صحابہ غنا کے ساتھ کرتے ہیں اسی طرح بعض صحابہ اُس کے اور معانی بھی لیتے ہیں۔ صرف ایک ہی معنی پر جزم کر کے استدلال کرنا جناب ہی کے شایان شان ہے۔

ثالثاً ہم تسلیم کرتے ہیں کہ لہوالحدیث کا معنی غنا بلکہ معازف ہی سہی۔ تاہم اس سے جناب کا مدعا ثابت نہیں ہونے کا۔ کیونکہ غایت مافی الباب ان آثار سے یہی ثابت ہوگا کہ لہوالحدیث سے مراد غنا اور معازف ہیں۔ تو جب لہوالحدیث کی حرمت مقید بقیو دثلاثہ ہے جیسا کہ مذکور ہوا تو اُن کی عموم حرمت کہاں سے لائیں گے۔ بلکہ آیت شریفہ وآثار صرف اُسی غنا و معازف کی حرمت ثابت کریں گے جن کی اباحت کا کوئی بھی اہل اسلام قائل نہیں ہے اور جس کی اباحت کے قائل ہیں اس کو نہ آیت نے ہلایا اور نہ آثار نے۔

تکمیل چونکہ فاضل معاصر نے حرمت غنا کو صحابہ کرام و تابعین باحسان کی طرف نسبت کیا ہے لہٰذا مناسب نظر آتا ہے کہ صحابہ کبار کا معمول ذکر کیا جائے۔ تاکہ قارئین کرام کو حقیقت حال کھل جائے اور فاضل معاصر کے مغالطہ سے بچ جائیں۔

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر بن کے کیوں پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

شیخ محدث دہلوی نے مدارج میں کہا ہے کہ اباحت سماع اکابر صحابہ سے منقول ہے جن میں چندکس عشرہ مبشرہ بھی ہیں اور جم غفیر تابعین و تبع تابعین و اتباع تبع و علماء محدثین و فضلائے دین جو کہ اہل زہد و تقویٰ و عبادت تھے اور ان کی حکایات و روایات کافی طور منقول ہیں اور امام غزالی نے

کہا ہے کہ ابو طالب مکی نے اباحت سماع کو ایک جماعت سے نقل کیا ہے اور کہا کہ صحابہ کبار سے عبداللہ بن جعفر و عبداللہ بن زبیر و مغیرہ بن شعبہ و امیر معاویہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سماع کو مباح جان کر سنا اور کہا کہ اسی طرح کیا بہت سلف صالحین سے صحابہ اور تابعین باحسان نے اور کہا کہ ہمیشہ سنا کرتے تھے سماع کو حجازیوں سے مکہ معظمہ میں ان ایام میں جو کہ تمام سال میں افضل ہیں۔ وہ ایام معدودات ہیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عبادت و ذکر کا حکم فرمایا ہے۔ وہ ایام تشریق ہیں انتہی مختصراً۔ مدارج میں ہے کہ سعید بن مسیب جو کہ افضل التابعین ہیں اور ورع وتقویٰ میں ضرب المثل ہیں غناء کو سنتے اور اس سے محظوظ ہوتے تھے اور اسی طرح سالم بن عبداللہ بن عمر اور قاضی شریح بھی لونڈیوں سے راگ سنا کرتے تھے۔ باوجود کبر سن اور جلالت قدر کے۔ اسی طرح سعید بن جبیر جو کہ اعاظم تابعین سے ہیں لونڈی سے سنا جو راگ گاتی اور دف بجاتی تھی۔ اسی طرح عبدالمالک بن جریج جو کہ علماء حفاظ اور فقہاء عباد سے ہیں اور ان کی عدالت وجلالت پر اجماع ہے وہ بھی راگ سنا کرتے تھے۔ بلکہ راگ کے واقف بھی تھے اور ابراہیم بن سعد جو کہ اپنے زمانہ میں فقہ کے امام تھے طلباء کو سبق حدیث نہ دیتے جہاں تک غنا نہ سنتے۔ بلکہ رشید کی مجلس میں اباحت سماع کا فتویٰ بھی دے دیا اور احیاء العلوم میں ہے کہ قاضی ابو مروان کی لونڈیاں مغنیہ تھیں۔ اور اسی طرح عطاء بن ابی ریاح کی بھی دو لونڈیاں مغنیہ تھیں اور ابوالحسن بن سالم کو کسی نے کہا کہ آپ سماع کا کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ حالانکہ جنید بغدادی و سری سقطی و ذوالنون مصری بھی سنتے تھے۔ اُس نے کہا کہ میں کس طرح انکار کر سکتا ہوں حالانکہ عبداللہ بن جعفر جو مجھ سے بہتر تھے انہوں نے سنا ہے اور اجازت بھی دی۔ بلکہ میں تو صرف اُسی غنا کا انکار کرتا ہوں جس میں لہو و لعب ہو اور ابن مجاہد جس دعوت میں سماع نہ ہوتا تو اس کی اجابت ہرگز نہ فرماتے۔ بلکہ خود رسول مقبول ﷺ نے حسان بن ثابت کو منبر پر چڑھا کر اُس کے اشعار جن کو اُنسے جو کفار میں بنایا تھا اُس سے سنتے اور فرماتے اللھم ایدہ بروح القدس (الکل من المدارج والاحیاء مع الالتقاط)

خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم و تابعین و تبع تابعین و محدثین و علماء دین سے سماع کا

سننا اور اس کی اجازت دینی عام مشہور ہے اور کتب صحیحہ میں مذکور ہے۔ یہ تو صرف چند روایات بطور نمونہ پیش کیے گئے ہیں۔

اگر تمام کی احصاء کی جائے تو رسالہ کے حجم بڑھ جانے سے ملال طبع ناظرین کرام کا باعث ہو جائے گا۔ لہذا اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ فاضل معاصر نے ہاتھ پاؤں تو بہت مارے۔ ماسواء چند روایات کے جن میں لہو حدیث کی تفسیر غناء سے کی گئی ہے کچھ بھی نہ بن سکا اور اس تفسیر میں اس کو حاصل بھی کچھ نہ ہوا۔ حضرت خواجہ حافظ فرماتے ہیں۔

خیال زلف چتتن نہ کار خامان ہے

کہ ند سلسلہ فتن طریق غیاری ست

قال غناء کا لہو الحدیث سے مراد ہونا جو کہ مدلول ان کا ہے چونکہ بکثرت طرق سے ثابت ہوا لہذا اقوی ہو گیا۔

اقول ہاں ہم بھی تسلیم کرتے ہیں مگر جناب کو اس میں کیا فائدہ۔

قال اور آیت مجملہ مذکورہ کے لئے مفسر ہو گا کیونکہ مفسر آیت کو ظنی کا ہونا کافی ہے قطعی ہونا ضروری نہیں۔ **اقول** ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً و اما قل تکفیہ الا شاك

قال قال الامام البخاری فی کتاب الاشربۃ من صحیحہ و قال ھشام بن عمار حدثنا صدقۃ بن خالد قال حدثنا عبدالرحمٰن یزید بن جابر قال حدثنا عطیہ بن قیس الکابی حدثنی عبدالرحمٰن بن غنم الشعری قال حدثنی ابو عامراوابو مالك الشعری واللہ ما کذبنی سمع النبی صلی اللہ علیہ و سلم یقول لیکونن من متی اقوام یستحلون الحرو الحریر و الخمر و لمعازف و لینزان اقوام الی جنب علم یروح علیھم بارحۃ لھم یا تیھم یعنی الفقیر الحاجۃ فیقولون ارجع الینا غدا فبیتھم اللہ و یضع العم و یمسخ اخرن قردۃ و خنازیر الیٰ یوم القیٰمہ انتھی معنی اس حدیث مرفوع کہ یہ ہیں کہ البتہ میری امت سے وہ اقوام ہوں گے کہ حلال کریں گے زنا کو اور ریشمی کپڑے کو اور شراب کو اور آلات ملاہی کو اد

البتہ اتریں گے اقوام پہلو میں پہاڑ کے کہ شب گریں گے ان پر مویشی ان کے۔ آئے گا ان کے پاس کوئی محتاج کسی حاجت سے پس کہیں گے کہ کل لوٹ کر آنا ہمارے پاس پس ہلاک کردے گا اُن کو اللہ تعالیٰ رات میں اور کہہ دے گا پہاڑ کو اُن پر کہ دب کر مر جائیں گے اور مسخ کرتا رہے گا اوروں کو جو ہلاک نہیں ہوئے۔ بندر اور سور کی طرف قیامت تک اس حدیث میں لفظ معازف کی چونکہ معرف بلام استغراق واقع ہوئی ہے اور اُس کے حلال کرنے والوں پر وعید آ گئی ہے۔ لہٰذا تمام معازف یعنی آلات ملاہی خواہ دف اور طنبور کی قسم ہو یا کوئی اور قسم حرام ہوں گے صرف وہ آلہ لہو جس کی رُخصت حدیث میں بسبب عوارض مخصوصہ کے آ گئی ہے۔ علت اس کی بعد متحقق اسی عارضی کے بطور رُخصت ہوگی نہ بطور غریست۔ لہٰذا وہی آلہ اگر اُس عارض کے ساتھ نہ ہو تو اپنی حرمت سابقہ پر بطور عزیمت قائم رہے گا۔

اقول اوّلاً تو یہ حدیث منقطع ہے۔ جیسا کہ نقادفن نے اس کی تصریح کی ہے۔ ثانیاً معازف کو معرف بلام استغراق قرار دینا ایک نیا طرز تضحیک اطفال ہے بچند وجوہ اوّل یہ کہ ان کے باقی رفقائے ثلاثہ یعنی حر وحریر وخمر جو اُس کے معطوف ہیں اور معرف باللام بھی ہیں ان پر کون سالام ہے۔ استغراقیہ ہے یا غیر استغراقیہ۔ بصورت اول لازم آوے گا کہ جمیع افراد کا اشیاء ثلاثہ کے مقام اُمت پر حرام ہو جائیں۔ حالانکہ واقع میں اس طرح نہیں۔ کیونکہ حریر مثلاً عورتوں پر تو علی الاطلاق حلال ہے اور مردوں پر بھی بعض مواقع میں حلال ہے۔ مثلاً جہاد کے وقت بلکہ اگر کسی کے کپڑے کا حلم ریشم کا ہو وہ بھی بقدر چار انگشت حلال ہے اور جس کپڑے کا صرف تانا ریشم کا ہو اور بانا سوت وغیرہ کا ہو تو وہ بھی حلال ہے اور مچھر دانی وغیرہ بھی ریشم کی حلال ہے وغیرہ وغیرہ۔ بہت ریشم کی چیزیں مردوں پر بھی حلال ہیں بصورت ثانی نظم الکلام کے قواعد کا خلاف لازم آئے گا۔ جو افصح العرب والعجم کے شانِ سے بعید ہے۔ دوئم یہ کہ یہ قول اس کا تب صحیح مانا جا سکتا ہے۔ جب پہلے اس امر کو ثابت کر دیں کہ جو لام صیغہ جمع پر داخل ہو ہمیشہ استغراقیہ ہوا کرتا ہے۔ والامر لیس کذلك کما لا یخفی علی من تمارس بالایات القرانیۃ والاحادیث النبویۃ والمحاورات العربیۃ

سوم یہ کہ لام استغراقیہ کے کہنے سے ایک صعوبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس سے عموم وشمول جمیع افراد معازف کہنے پڑے۔ بعدہ دف وغیرہ کو استثناء کرنا پڑا۔ جس کی تکلیفات خود جناب کو کرنی پڑی۔ اگر لام استغراقیہ نہ کہتے تو ایسی تکلیفوں کے منہ میں نہ آتے۔

ع اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی۔

چہارم یہ کہ بفرض تسلیم کرنے لام استغراقیہ کے بھی مثبت مدعا نہیں۔ کیونکہ اس استغراق نے تو جمیع افراد معازف کو گھیرا۔ الا دوسری احادیث صحیحہ نے بعض معازف کو اس حکم سے مستثناء کر دیا۔ تو یہ عام مخصوص البعض ہوا جو مفید ظن ہوتا ہے۔ پہلے بھی خبر واحد ہونے کی وجہ سے ظنی تھا۔ اب ظن در ظن آ گیا جو مقام استدلال میں قابل کار نہ رہی۔ یہ تمام جوابات الزامی تھے جواب تحقیقی یہ ہے کہ اگر المعازف کا لام استغراقیہ مانا جائے تو اس عبارت حدیث کا یہ معنے ہوگا کہ ایسے اقوام ہوں گے جو تمام معازف کو حلال سمجھیں گے۔ وہ مستحق وعید ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ تمام معازف کو حلال نہ جاننا چاہتے تو اس وعید سے بچنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ تمام معازف کو حرام جانے۔ دوسرے یہ کہ بعض کو حلال اور بعض کو حرام جانے۔ ہم تمام معازف کو کب حلال جانتے ہیں۔ بلکہ جو معازف مجالس صلحاء میں مستعمل ہوں صرف انہیں حلال جانتے ہیں۔ باقی جو محافل فساق میں مستعمل ہوں ان کو ہم بھی حرام جانتے ہیں۔ تو اس حدیث شریف نے فاضل معاصر کے مدعا کا اثبات تو ہرگز نہ کیا۔ کیونکہ اُن کا دعوے تو یہ تھا کہ تمام معازف حرام ہیں۔ البتہ ہمارے مدعا کا اثبات بخوبی کر دیا۔ ہمیں فاضل معاصر کا ممنون احسان رہنا چاہیے:

اگر خدا بسے سازد از تفضّل خویش
ز دست دشمن بدخواہ می رسد امداد

حاصل جواب تحقیقی یہ ہے کہ حدیث شریف میں جو لفظ یستحلون المعازف مثلاً ہے۔ اب اگر اس لام کو جو المعازف پر ہے استغراقیہ مانا بھی جائے جیسا کہ فاضل معاصر نے کہا ہے تو یہ معنی ہوگا کہ ایسے اقوام ہوں گے جو تمام معازف کو حلال جانیں گے وہ مستحق وعید ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہوا

کہ تمام معازف حلال نہیں خواہ تمام حرام ہوں یا بعض حلال اور بعض حرام لیکن خارج سے معلوم ہے کہ تمام معازف تو حرام ہرگز نہیں۔ کیونکہ بعض معازف کی تو خود سرور عالم ﷺ وصحابہ کبار و تابعین رضی اللہ عنہم نے اجازت فرمادی ہے۔ مثلاً دف وعود وغیرہ جیسا کہ سابقاً شرعاً مذکور ہوا۔ تو بعض کا حرام ہونا متیقن ہوا۔ وہ بعض وہی ہے جس کی حرمت قرآن شریف میں بنابر بعض روایات کے ہے۔ اب لام استغراقیہ نے جناب کو کوئی فائدہ نہ دیا۔ کیونکہ رفع ایجاب کلی سلب کلی کو مستلزم نہیں ہوتا۔ بلکہ سلب جزئی کو مستلزم ہوتا ہے مثلاً لیس کل حیوان انساناً کا مفہوم صریح تو رفع ایجاب کلی ہے۔ الا اُس کو سلب جزئی لازم ہے۔ اس واسطے کہ رفع ایجاب کلی کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ سلب کلی یا سلب جزئی اور دونوں صورتوں میں سلب جزوی لازم ہے وہی لازم ہوگی۔ پس سلب جزی ضروریات مفہوم ولوازم رفع کلی سے ہے۔ غرض کہ حدیث شریف نے بھی جمیع انواع معارف کی حرمت کو ثابت نہ کیا۔ اگرچہ معازف کو معرف بلام استغراقیہ بھی مانا گیا اور واقعی حدیث شریف کو ایسی تعمیم شایان بھی نہیں۔ کیونکہ خود حضور ﷺ نے بعض معازف کو سنا اور قرآن شریف نے بھی اس حرمت کو قیود ثلاثہ کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ لام عہدی ہے۔ اس کا اشارہ یہ ان معازف کی طرف ہے جو حرام ہیں۔ افسوس کہ فاضل معاصر نے بہت کچھ سر مارا اور بے جا تاویلیں کیں۔ مگر ویسے ہی خالی کے خالی رہ گئے۔

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

ہاں اگر اس حدیث شریف میں لفظ حرمت معازف کا ہوتا۔ جس سے نسبت ایجابی بنا کر لام استغراقیہ سے کلیت حاصل کر کے ایجاب کلی بنا لیتے تو البتہ جناب کی مطلب براری ہو جاتی۔ گو اس میں فعل رسول اکرم ﷺ وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتخصیص آیت کریمہ کا تخالف آ ہی جاتا۔ مگر جناب جیسے آدمی کو کیا پروا۔ سب کچھ چلا جائے مگر بات نہ جائے۔ معازف کا لفظ دیکھ کر اُس کے استغراق میں آ گئے لیکن اس کا سیاق نہ دیکھا:

راز درونِ پردہ زمستان دوست پرس

کایں حال نیست قاہ

قال مثلاً حلت دف کی بعوارض عید و نکاح وغیرہ کے پر ثابت ہوئی ہے۔ لہٰذا جب یہ عوارض پائے جائیں گے تو فرمان بطریق رُخصت ہوگا اور نہ پائے جانے کی تقدیر پر دف حرام بطریق عزیمت رہے گا۔ اقول:

نہ پائمال کرو مل کے ہاتھ مہندی کو

کسی کا خون کرے گی حنا سنو تو سہی

اوّلاً تو بیان نہ کوئی عزیمت ہے نہ رُخصت کیونکہ عزیمت اُن احکام کا نام ہے جو پہلے وارد ہوں اور رُخصت وہ جو بعوارض اعذار بعد میں شرعاً صادر ہوں۔ اب چونکہ دف کی حرمت میں کوئی نص شرعی وارد ہرگز نہیں ہوئی۔ تو پھر عوارض معذور کی وجہ سے اُس کی رُخصت لینے کی ضرورت کیا ہے اور اگر کہیں کہ جمیع انواع معازف میں دف بھی داخل ہے اور اُن کی حرمت سے دف کی حرمت بھی آ گئی۔ میں کہتا ہوں کہ جمیع انواع معازف کی حرمت تو پہلے ثابت کریں۔ یہ تو نہ قرآن شریف سے ثابت ہوتی اور نہ حدیث شریف سے جیسا کہ پہلے یہ متحقق ہو گیا ہے۔ اب اعادہ کی حاجت نہیں اور اگر بحسب زعم خود عموم نص بنا کر اس میں دف کو داخل کر کے حرام بنا دیں اور پھر احادیث سے اس کی تخصیص کریں تو اس سے جناب کو دو گونہ سستی آ جائے گی۔ ایک تو بوجہ عام مخصوص البعض ہونے کے عام کی قطعیت رُخصت دوسرے دف ہمیشہ کے لیے حلال ہو گئی۔ ثانیاً دف کی احادیث میں تو جناب نے عزیمت و رُخصت سے جان چھڑا لی۔ مگر عود وغیرہ جن کو بڑے جلیل صحابہ و تابعین و تبع تابعین نے سنا ہے اور ان کی حلت کا فتویٰ بھی دے دیا۔ جس کی تفصیل سابقاً مذکور ہوئی اس کا جواب کس عزیمت و رُخصت میں لائیں گے۔

قال اور باقی رہا اعتراض انقطاع کا حدیث پر جیسا کہ حافظ ابن حزم ظاہری اور اُن کے اتباع نے کیا۔ منشا اس کا تساہل و تشدد واقع ہوا ہے۔ ترویج مذہب فاسد یعنی تحلیل غنا و معازف

ہیں اور حدیث فی نفسہ صحیح ہے متصل الاسانید بطریق متعددہ ہے قال ابن الصلاح فی مقدمتہ ولا التفات الیٰ ابی محمد بن حزم الظاہری الحافظ فی رد ما اخرجہ البخاری من حدیث ابی عامر وابی مالک الاشعری عن رسول اللّٰہ ﷺ لیکونن فی امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف (الحدیث) من جہة ان البخاری اوردہ قائلا قال ہشام بن عمار وساقہ باسنادہ فزعم ابن حزم انہ منقطع فیما بین البخاری وہشام وجعلہ جوابا عن الاحتجاج بہ علی تحریم معازف واخطأ فی ذالک من وجوہ والحدیث صحیح معروف الاتصام بشرط الصحیح انتہی وقال ابن حجر المکی فی الزواجر عن اقتراف الکبائر صح من طرق صحیحة لا مطعن فیہا وصححہ جماعة اٰخرون من الائمة کما قالہ بعض الحفاظ ومن عجیب لتساہل ابن حزم واتباعہ لہواہ انہ بلغ من التعصب الیٰ ان حکم علیٰ ہذا الحدیث وکل ما وارد فی الباب الوضع وہو کذب صراح منہ فلا یحل لاحد التعویل علیہ فی شیٔ من ذالک انتہی ملتقطا وقال السخاوی فی فتح المغیث حکم بعدم اتصالہ بل وما اکتفی حتی صرح لا جل تقریر مذہبہ الفاسد فی اباحة الملاہی بوضعہ مع کل ما فی الباب واخطأ فقد صححہ ابن حبان وغیرہ من الائمة ووقع لی من حدیث عشرة من اصحاب ہشام عنہ بل ولم یتفرد بہ کل من ہشام وصدقہ ابن جابر انتہی ملتقطا وقال الاستاذ العلام ادخلہ اللّٰہ تعالیٰ فی دارالسلام فی ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی وقول ابن حزم انہ لا یصح فی ہذا الباب شیٔ خطأ فان الحدیث المذکور معروف الاتصال بشرط الصحیح عند ائمة الحدیث انتہی جبکہ معترضین حفاظ نے حدیث مذکور کی تصحیح کر دی تو جتنے اعتراض ما سوا انقطاع کے مثل تضعیف صدقہ کی اور اضطرابات لفظیہ اور معنویہ کے اس پر کیے گئے وہ بھی دفع ہو گئے۔ کیونکہ حدیث درجہ صحت کو اس وقت پہنچتی ہے کہ جب اس قسم کے علل قادحہ سے خالی ہو۔

اقول چونکہ اس حدیث کا مفاد نہ فاضل معاصر کو مفید اور نہ ہمیں مضر بلکہ ہمیں مفید جیسا کہ

پہلے مذکور ہوا۔لہٰذا اس کی جرح تعدیل سے بحث کرنی فضول سمجھ کر اس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ورنہ قاعدہ اصول حدیث الجرح اذا کان مفسر مقدم علی التعدیل کے رو سے اس حدیث کی فاضل کے جوابات سے ضعف سے جان نہیں چھوٹتی۔

قال علاوہ اس تصحیح کے شواہد حدیث کے جامع ترمذی وغیرہ میں موجود ہیں کہ جن سے تقویت اس کی من حیث اثبات مدعا کے بخوبی ہوتی ہے۔

اقول اس حدیث کی سند میں علی بن یزید ہے اور اس کو محمد بن اسماعیل بخاری نے ضعیف کہا ہے۔

قال یہ شواہد اگرچہ اپنے ثبوت میں فی نفسہا ضعیف ہیں۔

اقول اچھا ہوا کہ جناب نے اپنے منہ سے اپنے دلائل کو ضعیف کہہ دیا۔

قال مگر حدیث مذکور سے کا سب قوۃ ضرور ہیں۔

اقول جب حدیث بنا بر تصریح نقاد الفن کے منقطع ہوئی اور منقطع اقسام مردود سے ہوئی اور شواہد بھی ضعیف ہوئے جس کو خود جناب پہلے تسلیم کر بیٹھے ہیں۔تو قوت کہاں سے لا کر دے گی۔

قال پس شواہد اور حدیث ہر ایک سے دوسرے کی تقویت ہوگی۔فرق اس قدر ہوگا کہ شواہد سے تقویت حدیث کی من حیث ظہور مرام و اثبات مدعا کے ہوگی اور حدیث سے تقویت شواہد کی من حیث اُن کے ثبوت کے ہوگی۔

اقول حدیث ضعیف بحسب تصریح اصولیین مقام استدلال میں یعنی اثبات حرام وحلال میں ہرگز کارگر نہیں ہوتی۔البتہ فضائل اعمال میں کام دے سکتی ہے اور حدیث منقطع جو اقسام مردود سے ہے وہ بھی قابل عمل نہیں ہوتی۔اب نہ وہ حدیث جس کو امام بخاری نے روایت کیا قابل کار اور نہ وہ احادیث قابل عمل جن کو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔تو ایک نے دوسرے کو کیا مدد دی۔ علاوہ ازیں یہ احادیث ہمارے مدعا کے برخلاف نہ ہونے کی وجہ ہم چنداں بحث کرنی مناسب نہیں جانتے۔گو قبل ازیں حرمت سماع کے بارہ میں محرمین نے بہت کچھ تگ و پو کیا اور نہ بنتے

دلائل کو پیش کر کے پھر اُن کی اُلٹ پلٹ تاویلیں کر کے اپنا مدعا اپنے زعم میں ثابت کر دیا لیکن جو چال فاضل معاصر چلے ہیں کالغریق یتشبث بکل حشیش شاید ایسی چال پہلے سے کوئی بھی نہ چلا ہو۔ چنانچہ خود آخر رسالہ میں انصافاً اس امر کا اعتراف بھی کیا ہے میں اُمید کرتا ہوں کہ محرمین کہ جن کے پاس سوائے چند سادہ تقریروں کے کوئی ذخیرہ دلائل موجود نہیں تھا۔ اب اُن کے پاس انبار وجوہات خواہ خلاف واقعہ کیوں نہ ہوں تیار ہو گیا ہے۔

مزار شہیدوں پہ قاتل یہ بولا
یہ سب گھر ہمارے بسائے ہوئے ہیں

قال اور یہ شواہد و حدیث صرف اتنی ہی قوت پر محصور نہیں بلکہ یہ ہر عصر میں جمہور محدثین و فقہا کے معمول بہا ہونے کے سبب سے قوۃ میں حد تواتر عملی کو پہنچ گئے۔ لہٰذا ہر ایک بوجہ متواتر العمل ہونے کے قطعی ہو گا۔ گو فی نفسہ اس درجہ کا نہ ہو۔

اقول کلا و حاشا بلکہ ہر عصر میں محدثین وفقہاء کا دستور العمل اباحت سماع پر رہا ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔

قولہ تواتر عملی آہ اقول اہل حرمین شریفین کا اتفاق اور جلیل القدر صحابہ اور علماء مجتہدین و مقلدین کا عملدرار اور اس کے برخلاف ہونے سے تواتر عملی کیا ہوا۔

قال اسی وجہ سے مقام اثبات حرمت میں اسی قسم کی احادیث نقل کی جاتی ہیں۔ حال آنکہ مثبت حرمت ضعیف کیا بلکہ ظنی بھی نہیں ہوتا۔ اقول یہی تو جناب کی زبردستی ہے کہ خود جانتے بھی ہیں کہ اثبات حرمت کے لیے دلائل تو یہ کا ہونا ضروری ہے پھر بھی دیدہ و دانستہ روایات ضعیفہ اپنے مدعا کے اثبات کے لیے پیش کرتے ہیں:

نیست جرمش ز بانگ بے ہنگام
چہ کند بینوا ہمیں وارد

قال اور شاہد اس تواتر عملی اور تحقق قطعیت اور ثبوت حرمت پر محدثین اور فقہاء کی عبارات

کثیرہ ہیں۔اقول ہر ایک عبارت کی توضیح وجواب ساتھ ہی سنتے چلئے:

حدیث قال اقول است درد سر مطرب
بیا بہ زیر و بم آسائیم بچنگ و رباب

قال فی شرح السنۃ للبغوی اتفقوا علیٰ تحریم المزامیر والملاھی

اقول اس عبارت سے جناب نے کیا سمجھا۔اگر جمیع انواع مزامیر وملاہی سمجھے ہیں تو یہ مزامیر جناب کے نزدیک بھی مباح ہیں۔وہ بھی اس حرمت میں آ گئے جس سے صحیح احادیث کا مقابلہ کرنا پڑا اور اگر بعض سمجھے ہیں تو جناب کے مدعا کا برخلاف بلکہ ہمارے مدعا کا اثبات ہوگیا۔ کیونکہ بعض مزامیر جو بغرض لہو ولعب یا مجالس فساق میں بجائے جائیں تو ہم بھی حرام کہتے ہیں۔

قال وفی المھذب ویحرم استعمال الالات المطربۃ من غیر غناء کالعود و الطنبورہ الکوبۃ والطبل والمزمار اقول یہ عبارت جناب کو کوئی فائدہ نہیں دیتی۔کیونکہ اس کا مفاد یہ ہے کہ صرف مزامیر بجائے جائیں۔طور سخن وغیرہ ہرگز نہ بولا جائے۔اس میں تو بحث بھی نہیں۔بلکہ بحث اس میں ہے کہ راگ کے ساتھ اگر مزامیر بجا کر اہل حال کو محظوظ کیا جائے کیا یہ حلال ہے یا حرام۔ظاہر اس عبارت کا اس امر کو مقتضی ہے کہ مزامیر اگر گانے کے ساتھ بجائے جائیں تو جائز ہے۔کیونکہ حرمت مزامیر کو من غیر غنا کے ساتھ مقید کر دیا ہے تو اس کا مفہوم ضرور معتبر ہوگا۔میں حیران ہوں کہ ایسی عبارتوں کو جو نہ منطوق مثبت مدعا ہو اور نہ مفہوم بلکہ مخالف ہو رسالہ میں درج کرنے سے کیا فائدہ اور زیادہ تعجب اس عبارت کے ترجمہ پر ہے جو جناب کے شان سے تو بعید ہے۔شاید کسی شاگرد رشید نے یہ ترجمہ کر کے اپنے استاذ کو بدنام کر دیا ہو۔

قال وفی الغنیۃ فان حضر منکر کالطبل والمزمار والعود والساھے والرباب والمعازف والطنابیر والسین والشابۃ والجمع ان درک یلعب بہ الترک لا یجلس ھناك لان جمیع ذالك محرم

اقول اس عبارت میں جس قدر آلات شمار کیے ہیں اُن میں بعض تو ایسے ہیں جن کو صحابہ کبار

اور علماء نامدار نے بھی سنا۔ اب اُن سب کو حرام کہہ دینا یا تو اس وجہ سے ہے کہ بغرض لہو ولعب مستعمل ہوں یا اس وجہ سے کہ مجالس فسق میں بجائے جائیں۔ ورنہ جس چیز کو صحابہ کرام استعمال کریں اس کو حرام نہیں کہا جا سکتا۔

قال وفی مدخل بن الحاج واما العود والطنبور وسائر الملاهی محرم ومستمعه فاسق

اقول ہاں بشرطیکہ بغرض فاسد ہوں والا نہ۔

قال وفی شرح للنظومة والانکحة التی تعقد فی مجالس لملاهی والمزامیر تکون مختلفا فیها بوجهین احدهما بفسق الولی لانه الذی احضر الملا هی والمعازف وامرهم بذالك واعطی للغنین علی ذالك الاجرة الثانی ان الحاضرین صار وافسقة لاستماعهم ذالك فلم یبق الولی ولیا ولا الحاضرون شهود عنده فلا یتعقد عند الشافعی النکاح ولیحترز عن ذالك

اقول ان ملاہی اور مزامیر میں دف داخل ہے یا نہ اگر داخل ہے تو حدیث الفصل بین الحلال والحرام الدف والصوت اس کی بیخ کنی کر دے گی اور اگر داخل نہیں ہے تو جس تاویل سے جناب اس کو اس عبارت کے عموم سے خارج یا مستثنا کریں گے ہم بھی اسی تاویل سے بعض مزامیر مروجہ کو نکال لیں گے۔ جس سے جناب تکتے رہیں گے اور مدعا ہاتھ سے چلا جائے گا۔

قال وفی حاشیة درالمختار للطحطاوی وفی الذخیرة الرقص کبیرة وفی البزازة حرمه بالاجماع وافتی جلال الملة والدین الکرمانی بان مستحله کافر

اقول اب جناب رقص میں آ گئے۔ اس عبارت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جمیع انواع رقص حرام ہیں۔ بلکہ وہی رقص حرام ہوگا جو بغرض فاسد ہو۔

تحقیق المرام فی هذا المقام یه کہ رقص اضطراب اور حرکات غیر عادیہ کا نام ہے یہ دو قسم پر ہے۔ مذموم ومحمود رقص مذموم کی چند صورتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ مجلس فساق میں سماع یا غیر سماع

میں اوباش کھیل کود کریں۔ جس کو ہماری پنجابی میں جھمر کہتے ہیں۔اس سے ان کی غرض لہوولعب ہی ہوتی ہے اوراس میں حرکات موزونہ ہوتے ہیں۔

دوسری یہ کہ رقص پیشہ لوگ عام ازیں کہ مرد ہوں یا عورتیں تماشا بنا کر حاضرین کو خوش کریں۔اس سے ان کی غرض حصول دنیا ہوتی ہے۔

تیسری یہ کہ مجلس سماع میں کوئی عامی آدمی جس کو درددل کا احساس تو ہرگز نہیں الا بمراد نمائش رقص کر کے لوگوں کو دکھائے۔اس کا مقصد ریا ہوتا ہے۔ یہ تمام صورتیں رقص مذموم کی ہیں۔ایسا رقص شرعاً حرام ہے۔یہی رقص محمل اُن تمام روایات کا ہے جن میں حرمت بلکہ بعض روایات میں تو کفر بھی مذکور ہے اور زیادہ مذموم وہ رقص ہے کہ ہمارے زمانہ میں شادی وغیرہ کے موقعہ میں عام طور پر عورتیں جمع ہو کر جھمر مارتی ہیں۔ان کے درمیان میں مغنی مرد ڈھولک بجاتا ہے اوران کے اردگرد مردوں کی صفیں ہوتی ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالك القباحۃ ان تمام صور کی حرمت میں تو کوئی بھی اہل اسلام شک نہیں کرتا۔ کیونکہ ان کے مقاصد فاسد ہیں اور اغراض کاسد والامور بمقاصد ھا اور رقص محمودہ ہے۔ جو کسی اہل حال پر بسبب سماع سخن لطیف وجد وارد ہو اور اُس کے ضبط سے مغلوب ہو جائے جس سے بے اختیار ہو کر اضطراب و حرکات غیر عادیہ اُس سے صادر ہوں۔ یہ رقص نہایت ہی محمود ہے۔اس کا انکار تو حیوانات غیر ناطقہ بھی نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ انسان اونٹ کا رقص کرے کہ جو بوقت سماع حداد کے تمام عجم و عرب میں مشہور و معروف ہے۔ مولانا مولوی سعدی شیرازی نے گلستان میں اسی مضمون کی ایک حکایت لکھی۔اس کا یہاں نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

حکایت دقتے در سفر حجاز طائفہ جوانان صاحب دل ہمراہِ ما بودند۔ ہمدم و ہم قدم وقتہا زمزمہ بکردندے۔ و بیتے محققانہ برگفتندے۔ و عارفے بر سبیل منکر حال درویشاں بود و بے خبر از درد ایشاں۔ تا برسیدیم بنخیل بنی ہلال کودک سیاہ از حی عرب بدر آمد۔ آوازے برآورد کہ مرغ از ہوا آورد واشتر عابد را دیدم کہ برقص اندر آمد و عابد را بینداخست وراہ بیاباں گرفت و برفت۔ گفتم اے

شیخ درحیوانے اثر کردوترا ہچناں تفاوت نمی کند

دانی چہ گفت مرا آں بلبل سحری

تو خود چہ آدمی کز عشق بے خبری

اشتر بشعر عرب در حالتست وطرب

گر ذوق نیست ترا کثر طبع جانوری

عند هبوب الناشرات علی الحمی

یمیل غصون البان لا الحجر الصلا

بذکرش ہر چہ بینی در خروش است

ولے داند دریں معنے کہ گوش است

نہ بلبل بر گلشن تسبیح خوانے ست

کہ ہر خارے بہ تسبیحش زبانے ست

جہاں پر سماع است ومستی وشور

ولیکن چہ بیند در آئینہ کور

ان حالات کی وقعت اسی شخص کو ہوتی ہے جس کو درد دل کا کچھ احساس یا اثر ہو بے درد کا کام نہیں کہ ایسی باتیں سمجھے:

گفتن از زنبور بے حاصل بود

بایکے در عمر خود ناخوردہ نیش

تکمیل چونکہ رقص کے دوران میں وجد کا ذکر بھی آ گیا ہے۔ لہٰذا بہت مناسب ہے کہ قارئین کرام کی آ گاہی کے واسطے اس کی تفصیل بھی کی جائے۔

جاننا چاہیے کہ سماع کے دو مقام ہیں (اوّل) الفاظ مسموعہ کا فہم جس کے باعتبار اختلاف احوال سامعین چار حالتیں ہیں:

حالت اولیٰ یہ کہ سامع سوائے تلذذ خوش الحانی کے اور کچھ نہ جانتا ہو

کہ صاحب سیر المشائخ نے لکھا ہے کہ جب حضرت شیخ ابو اسحاق شامی چشتی سماع میں ہوتے تمام حاضرین مجلس وجد کرنے لگتے اور در و دیوار سب جنبش اور حرکت کرنے لگتے اور جو کوئی آپ کی مجلس سماع میں حاضر ہوتا۔ پھر وہ ہرگز گناہ کے گرد نہ ہوتا اور آپ اہل دول اور امیروں کو مجلس میں حاضر نہیں ہونے دیتے تھے۔ اگر کسی کو غرض ہوتی اوّل دنیا سے ہاتھ دھوتا بعد مجلس پاک حضرت شیخ ابو اسحاق میں حاضر ہوتا۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ اہل دنیا کو آپ مجلس سماع میں کیوں نہیں آنے دیتے۔ آپ نے کہا اہل سماع تمام اہل لطافت ہیں اور اہل دنیا سب اہل کثافت، لطافت اور کثافت میں ضد اصلی ہے الضدان لایجتمعان اهل لطافت سب طالب خدا ہوتے ہیں اور اہل کثافت سب طالب دنیا ہیں۔ طالبان خدا و طالبان دنیا کے درمیان مناسبت نہیں کہ آپس میں جمع ہوں۔ آپ نے کہا کہ سماع کے واسطے اخوان شرط ہے۔ اُس دم سب کے دل حق کی طرف متوجہ ہوں اور طالب دیدار دوست کے ہوں اگر ایک کا دل سماع میں متفرق ہو سب کا دل متفرق ہو جاتا ہے الفقراء کنفس واحد سر اس بات کا ہے۔ پس اہل دنیا کہ طالب دنیا ہیں اہل سماع کے لائق نہیں کہ اُن کو مجلس میں حاضر کرے۔ کیونکہ اس وقت اہل سماع سماع میں ہوتے ہیں اور سماع میں اسرار الٰہی ظاہر ہوتے ہیں اور دل اہل سماع کا آئینہ کی طرح مصفا ہو جاتا ہے اور عکس پذیر ہوتا ہے اور اہل سماع روشن ضمیر ہو جاتے ہیں۔ اُس وقت اگر اہل دنیا حاضر ہوئے کہ وہ دوستدار دنیا ہے صورت دنیا مردار کی اہل دنیا کی دل پر منقش ہے۔ حضوری دل اہل دنیا سماع کے وقت کاشوش ہے۔ اس سبب سے اہل سماع اہل دنیا کو مجلس میں نہ آنے دیں تو فراغ خاطر سے سماع نہیں علیٰ ہذا القیاس بہت اولیاء کرام و صفیائے عظام اس مجلس سماع میں بہرہ ور و کامیاب ہوئے۔ بلکہ بہتوں نے اس وجد میں اپنی جان دے کر وصال محبوب حاصل کرلیا۔ جیسا کہ خواجہ قطب عالم بختیار اوشی کاکی رحمتہ اللہ علیہ اس وصیت کے سننے سے واصل بحق ہوئے:

کشتگان خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

احیاء العلوم میں ہے کہ سیّد الطائفہ جنید بغدادی اور سری سقطی و ذوالنون مصری سماع سنتے تھے۔ایک شخص شیخ جنید بغدادی کی رفاقت میں تھا جب سماع سنتا تو چیخ مارتا تھا۔ایک دن شیخ جنید نے اس کو فرمایا کہ اگر تم نے پھر چیخ ماری تو میں تجھے اپنی رفاقت سے ہٹا دوں گا۔ بعدہ جس مجلس میں بیٹھتے تو وہ اپنے وجود کو ضبط کر لیتا۔ یہاں تک کہ اس کا سینہ پھٹ گیا اور واصل بحق ہوا۔علی ہذا القیاس اس وجد کے اضطراب میں ہزاروں اہل اللہ کی جانیں مقصد اعلیٰ کو پہنچیں۔حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں:

عجب از کشتہ نباشد بدر خیمہ دوست

عجب از زندہ کہ چوں جاں بدرم آورد سلیم

امام غزالی نے کہا ہے کہ وجد دو قسم ہے۔اوّل یہ کہ اس کا اثر حواس ظاہرہ پر ہو اور حالت مستمعان پر تغیر آ جائے۔جیسا کہ شوق یا غم یا خوشی یا قبض یا بسط وغیرہ کے آثار جوارح میں نمودار ہوں۔مثلاً رقص یا تصفیق یا جزع فزع وگریہ زاری وغیرہ حرکات غیر عادیہ صادر ہو جائیں۔یہ رقص چونکہ وجد کا اثر مرتب ہے۔لہٰذا یہ حق ہے اس کو حرام یا باطل کہنا سراسر جہالت وضلالت ہے۔ بلکہ بعض رقص ایسے بھی ہیں جو کہ اس وجد کے سوا ہیں اور وہ بھی شرعاً جائز ہیں۔حضور سیّد الکونین ﷺ کے زمان اقدس میں مسجد نبوی میں حبشیوں کا رقص کرنا اور بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضور کریم ﷺ نے اپنے پہلو کے ساتھ کھڑا کر اُن کا تماشا دکھانا جیسا کہ صحیح احادیث میں موجود ہے اس کی اول دلیل ہے۔علاوہ بریں احیاء العلوم میں ہے کہ خود صحابہ کبار رضی اللہ عنہم سے بوقت فرحت وسرور کے رقص کرنا منقول ہے۔جب امیر حمزہ کی لڑکی کی پرورش میں حضرت علی و جعفر و زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم نے تنازعہ کیا تو آپ ایک ایک لفظ ہر ایک کو فرماتے گئے اور وہ اس لفظ کی خوشی میں آ کر رقص کرنے لگے۔یہ بھی رقص کی دلیل ہے۔جس کی تفصیل آگے آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ

میں حیران ہوں کہ فاضل معاصر کس جرأت سے رقص کی حرمت کے قائل الا ان یراد من الرقص ھو القسم الاوّل ولاشك فی قباحته ثانی یہ کہ اُس وجد کا اثر حواس باطنہ ہی پر متصور ہو۔ یعنی مطالب علیا کو پہنچ کر مکاشفات و مشاہدات محبوب حقیقی کی لذت میں محظوظ ہو جائیں اور جوارح پر بالکل کوئی بھی اثر نہ ہو۔ یہ نہایت کمالیت کا درجہ ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول کنا کذالك کما انتم الیوم کا اسی طرف اشارہ ہے۔ امام غزالی نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو اضطراب جوارح وجد میں ہو اُس کو ساکن سے زیادہ وجد میں گمان نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ کبھی ساکن کا وجد متحرک کے وجد سے زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ جنید سے ابتدا حال میں بہت حرکات واضطرابات وجد میں صادر ہوتی تھیں۔ پھر بعد میں وہ حالات وحرکات نہ رہے۔ کسی نے آپ سے اس کا سبب پوچھا۔ فرمایا کہ دل متحرک ہے اور جوارح ساکن اور ابوالحسن محمد بن احمد کہتے ہیں کہ میں نے سہل بن عبداللہ سے ساٹھ سال صحبت کی۔ کبھی ان کو ذکر اور قرآن شریف کے سننے میں تغیر نہیں آیا تھا۔ آخر عمر میں ایک دن یہ آیت فالیوم لا یوخذ منکم فدیۃ سن کر کانپنے لگے اور گرنے کے قریب ہو گئے۔ جب اپنی حالت افاقہ پر آئے تو میں نے اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے کہا کہ اب میں ضعیف ہو گیا ہوں اس لیے تغیر آ گیا ہے۔ الحمدللّٰہ علی احسانہ کہ میرے قبلہ و کعبہ سیدی وسندی ماہر انوار شریعت واقف اسرار طریقت مخزن رموز حقیقت سیّد السالکین امام العارفین غوث زمان قطب عالم حامی الاسلام والمسلمین شیخی مرشدی مولائی حضرت خواجہ حافظ غازی حاجی محمد ضیاء الملۃ والدین مسند آرائے سیال شریف قدس اللہ تعالیٰ اسرارہ العزیزہ کو بھی یہی منصب حاصل ہے۔ یعنی حضور کو بھی بوقت سماع کبھی جوارح میں تغیر نہیں آیا اور نہ کبھی حرکت غیر عادیہ یا اضطراب ظاہری وجود مسعود سے سرزد ہوئیں۔

مت تڑپنا دیکھیو خنجر تلے اے صید دل
عشق کے مقتل میں دست و پا ہلانا منع ہے

صرف حضور کی چشمان مبارک سے وجد کے علامات معلوم ہوتے ہیں جو نہایت سرخ و لعل

ہوجاتی ہیں:

چہ گوئمت کہ ز سوز دروں چہ می بینم
ز چشم پرس حکایت کہ من نیم غماز

الحاصل سماع، وجد اور رقص حق ہیں۔ اُن کا انکار صرف وہی شخص کرسکتا ہے جس کو اس نعمت عظمیٰ سے محرومی ہے۔ زیادہ تر شقی وہ شخص ہے جو علاوہ کفار کے اولیاء اللہ کے حالات پر طعن کی زبان دراز کرتا ہے:

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں کند

اور یہ نہیں جانتے کہ ان بزرگان پر طعن کرنا خداوند تعالیٰ کے غضب کا سزاوار بننا ہے۔ حافظ شیرازی فرماتے ہیں:

گنج قاروں کہ فرد میرد داز قعر ہنوز
خواندہ باشی کہ ہم از غیرت درویشان است

اس کی وجہ علامہ شامی لکھتے ہیں فیہ دلیل لسادتنا الصوفیۃ الذین یفسدون بسماعھا امور اھم اعلم بھا فلا یبا در المعترض بالانکار کیلا یحرم برکتھم فانھم السادات الاخیار ایدنا اللہ تعالیٰ مجداداتھم واعاد علینا من صالح دعواتھم وبرکاتھم انتھی مع ترجمہ اور حافظ شیرازی فرماتے ہیں:

اے دل آنجا بادب باش کہ سلطان و ملوک
ہمہ در بندگی حضرت درویشان است

قال وفی الدر المختار ومن یستحل الرقص قالوا بکفرہ ولا سیما بالدف یلھو ویزمر

اقول اس رقص سے رقص مذموم مراد ہے جس کی تفصیل عنقریب گزری اور سیاق عبارت بھی

اسی کا مقتضی ہے اور علامہ شامی نے اس کی شرح میں پوری تحقیق کر کے فیصلہ کر دیا ہے کہ جو رقص یا وجد محمود ہے وہ شرعاً جائز ہے جیسا کہ عنقریب ذکر آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

قال وفی ردالمختار قوله ومن یستحل الرقص ،المراد به التمایل والخفض والرفع بحرکات موزونة کما یفعله من ینتسب الی التصوف

اقول لیجیے علامہ شامی نے میری سابقہ تقریر کی حرف بحرف تصدیق کر دی ہے۔ کیونکہ رقص اضطراری میں حرکات وسکنات وخفض موزونہ نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ تمام اوصاف رقص اختیاری یعنی مذموم کے ہیں۔

قال وقد نقل فی البزازیة عن القرطبی اجماع الائمة علی حرمة الغناء وضرب القضیب والرقص

اقول فاضل معاصر نے اس عبارت کے نقل کرنے میں اپنی ایمانداری کی قلعی کھول دی اور دیانت داری کا شیرازہ بکھیر دیا جو ردالمختار ہمارے پنجاب میں مطبع میمنہ مصر سے چھپ کر آئی ہے اس میں تو بجائے (حرمة الغنا) کے حرمة هذا الغنا ہے لیکن جناب نے ہذیۃ اپنے مدعا کے برخلاف جان کر چھوڑ دیا اور مطلق غنا کی حرمت ذکر کر دی واقعی جناب کا مطلب تو اطلاق ہی سے نکلنا تھا۔ وہ ہذیۃ کو کب پسند کرتے۔ اعتبار جائے تو چلا جائے لیکن بات کیوں جائے۔ اب میں کہتا ہوں کہ جو غنا اور ضرب القضیب اور رقص مخصوص مذکور ہیں ان کی حرمت پر اجماع کا ہونا قابل تسلیم ہے۔ کیونکہ یہ سماع مجالس فساق یار یا کاران کا ہے اور اس کی مذمت وقباحت بارہا مذکور ہوئی لیکن اس سے علی الاطلاق حرمت ثابت نہیں ہوتی جس سے فاضل معاصر کامیاب ہوتے اور خوشی کے گیت گاتے۔

قال رأیت فتوی شیخ الاسلام جلال الملة والدین الکرمانی ان مستحلل هذا الرقص کافر وتمامه فی الوهبانیة

اقول اس عبارت سے بھی مطلق رقص کی حرمت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ رقص کو مخصوص

بالاشارہ کر کے وہی رقص مراد لیا جو پہلے مذکور ہوا جو شرعاً مذموم ہے نہ مطلق رقص۔ علاوہ بریں ہمارے ملک پنجاب کی شامی میں تو تمامہ فی شرح الوہبانیہ ہے اور جناب فی الوہبانیہ لکھتے ہیں۔ شاید ہندوستان جنت نشان کی شامی میں اسی طرح ہو جس طرح جناب لکھتے ہیں:

قال وایضاً فیه وقال شارح زاد وفی الجوهرة وما یفعله متصوفة زماننا حرام لا یجوزا لقصد والجلوس الیه ومن قبلهم لم یفعل ذالك

اقول وباللہ التوفیق

واعظ کہ دی نصیحت میکرد عاشقاں

امروز مست دیدم تقوے بباد دادہ

فاضل معاصر نے اپنے رسالہ کے آخر میں جہاں وجوہات معاملین سماع کی تردید کرتے ہیں فرماتے ہیں۔ ثامن یہ کہ تحلیل بعض معازف میں بعض اکابر علماء کے قول کو نقل کر کے سکوت کرتے ہیں اور ان کے قول محرم کو پیش نہیں کرتے۔ انتہی افسوس کہ اس مقام میں خود جناب نے یہی سلوک کیا۔ کیونکہ ردالمختار کی عبارت جہاں تک تو جناب کو اپنے مطلب کے مفید نظر آئی اس کو نقل کر لیا اور جب قول محقق تصفیہ کن آ گیا۔ جس کو جناب نے اپنے مطلب کے برخلاف سمجھا تو اس کو بالکل ترک کر دیا۔ اب اگر اس کا نام ایمانداری ہے تو جناب محللین کو اس کا الزام لگا کر معیب کیوں جانتے ہیں اور اگر اس کا نام خیانت ہے تو اس میں جناب کا نمبر اول نکلا۔ بہر حال یہ چال مذموم ہے۔ یا ایها الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتاً عند اللّٰه ان تقولوا ما لا تفعلون اب ہم اس عبارت ردالمختار کو بتمام نقل کر کے پیش کرتے ہیں جس سے قارئین کرام کو روشن ہو جائے گا کہ فاضل معاصر نے کس قدر ایمانداری سے کام لیا ہے:

قوله (ومن یستحل الرقص قالوا بکفره) المراد به التمائل و الخفض والرفع بحرکات موزونة کما یفعله من ینتسب الی التصوف وقد نقل فی البزازیة عن القرطبی اجماع الائمة علی حرمة هذا الغناء وضرب القضیب والرقص قال ورایت فتوی شیخ

الاسلام جلاله الملة والدين الكرمانی ان مستحل هذا الرقص کافر وتمامه فی شرح الوهبانية ونقل فی نور العين عن التمهيد انه فاسق لا کافر ثم قال التحقيق القاطع للنزاع فی امر الرقص والسماع يستدعی تفصيلا ذکره فی عورف المعارف واحياء العلوم وخلاصة ما اجاب به العلامة النحرير ابن کمال باشا بقوله

ترجمہ کا خلاصہ: یعنی رقص سے مراد ٹیڑھا ہونا اور نیچا اونچا ہونا حرکات موزونہ کے ساتھ جیسا کہ وہ لوگ کرتے ہیں جو اپنے آپ کو صوفی کہلاتے ہیں اور بزازیہ میں قرطبی سے اس غنا اور قضیب کے مارنے اور رقص پر اجماع اماموں کا منقول کیا ہے۔ کہا میں نے دیکھا ہے شیخ الاسلام جلال الملۃ والدین کرمانی کا فتویٰ کہ اس رقص کے حلال جاننے والا کافر ہے اور تمام اس عبارت کا شرح ورہبانیہ میں ہے اور نورالعین میں تمہید سے منقول ہے کہ فاسق ہے کافر نہیں۔ پھر کہا کہ تحقیق نزاع کے قطع کرنے والی رقص اور سماع کے بارہ میں تو تفصیل کو تقاضا کرتی ہے جو کہ عوارف المعارف اور احیاء العلوم میں مذکور ہے اور خلاصہ اس کا وہ ہے جو شیخ الاسلام ابن کمال باشا نے ذکر کیا ہے۔

مَا فِي التَّوَاجُدِ اِنْ حَقَّقْتَ مِنْ حَرَجٍ وَلَا التَّمَايُلُ اِنْ اَخْلَصْتَ مِنْ بَاسٍ فَقُمْتَ تَسْعٰی عَلٰی رِجْلٍ فَحَقٌّ لِمَنْ دَعَاهُ مَوْلَاهُ اَنْ يَّسْعٰی عَلَی الرَّاْسِ الرخصة فی ما ذکر من الا وضاع عند الذکر والسماع للعارفين الصارفين اوقات هم الی احسن الاعمال السالکين المالکين لضبط انفسهم عن قبائح الاحوال فهم لا يستمعون الا من الالة ولا يشتاقون الا له ان ذکروه فاجوا وان شکروه باحوا وان وجدوه صاحوا وان شهدوه استرحوا وان سرحوا فی حضرة قربة حوا واذا غلب عليهم الوجد بغلباته وشربوا من موارد اراداته فمنهم من طرقة طوارق الهيبة فخر وذاب ومنهم من برقت له بوارق اللطف فتحرك وطاب ومنهم من طلع عليه الحب من مطلع القرب فسکرو غاب۔ هذا ما عن لی فی الجواب والله تعالٰی العلم بالصواب

وَمَنْ يَكُ وَجْدُهٗ وَجْدًا صَحِيْحًا فَلَمْ يَحْتَجْ اِلٰى قَوْلِ الْمُغَنِّی لَہٗ مِنْ ذَاتِہٖ طُرْبٌ قَدِیْمٌ وَسُکْرٌ دَائِمٌ مِنْ غَیْرِ دَنٍّ

شعر کا ترجمہ: وجد اگر محقق اور سچا ہو تو اس میں کوئی جرح نہیں اور تمائل یعنی نیچا اونچا ہونا اگر خالص ہو (ریا وغیرہ نہ ہو) تو اس میں بھی کوئی خوف نہیں یعنی جائز ہے پس تو کھڑا ہو کر دوڑتا ہے پاؤں پر اور جس شخص کو اپنا مولیٰ پکارے اور بلائے اس کو سر پر دوڑنا حق ہے ان اوصاف مذکورہ میں رُخصت ہے وقت ذکر اور سماع کے اُن عارفوں کے لیے جنہوں نے اپنے اوقات کو نیک عملوں پر خرچ کیا۔ سالک ہیں اور برے اعمال سے اپنے نفسوں کو ضبط کرنے کے مالک ہیں پس وہ نہیں سنتے مگر اللہ تعالیٰ سے اور نہیں شوق رکھتے مگر اسی کے واسطے اگر ذکر کرتے ہیں نیاحب کرتے ہیں اور شکر کرتے ہیں تو باحہ کرتے ہیں اور اگر اس کو پالیتے تو فریاد کرتے ہیں تو اگر مشاہدہ کرتے ہیں تو آرام پاتے ہیں اور جب اُس کے حضور میں آئیں تیرتے ہیں اور جب ان پر وجد غلبہ کرے اور اس کے ارادہ کے موارد سے پائیں بعض ان میں ہیبت میں آ کر گر جاتے ہیں اور بعض لطف محسوس ہو کر حرکت کرتے اور بعض جب منہ دکھاتا ہے تو مست ہو کر غائب ہو جاتے ہیں یہ وہ ہے جو مجھے جواب کی سوجھی۔ واللہ اعلم بالصواب

اور جس شخص کا وجد صحیح ہو تو مغنی کی قوالی کی طرف محتاج نہیں ہوتا۔ اسی کے واسطے اللہ تعالیٰ کی ذات سے طرب قدیم ہے اور مستی دائم سوائے اس دن کے۔

سبحان اللہ علامہ شامی نے تواجد اور تمائل کا خوب فیصلہ کر دیا ہے اور سماع حق کو بھی باحسن الوجوہ حلال کر دیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ اس نزاع کے قطع کرنے والا مذاکرہ تو احیاء العلوم و عوارف المعارف میں ہے لیکن خلاصہ اور حاصل اس کا یہی ہے جو اَب ذکر کیا گیا ہے۔ ناظرین کرام! اس عبارت کو دیکھ کر اندازہ لگایا ہوگا کہ فاضل معاصر نے اس عبارت کے ترک کرنے میں کس قدر خیانت ورزی کی ہے لیکن وہ بیچارے تو حرمت سماع میں ایسے محو ہو گئے ہیں جو حلال کی طرف اُن کی آنکھ بھی نہیں پھرتی۔ سچ ہے حبك الشئ يعمی ويصم

قال وایضا فیہ اس میں ایک اور خیانت ہے۔ کیونکہ اس عبارت کے ماقبل وہ روایات ہیں جو اباحت سماع پر صریحاً دال ہیں ہم اُن کو ناظرین کرام کے پیش کرتے ہیں:

اقول وفی شہادات الفتح القدیر بعد کلام عرفنا من هذا ان التغنی المحرم ما کان فی اللفظ ما لا یحل کصفة الذکور والمرأة للعینة الحیة ووصف الخمر المهیج الیها والحانات والهجاء لمسلم او ذمی اذا اراد المتکلم هجاء ہ لا اذا اراد انشادہ للاستشهاد به او لیعلم فصاحته وبلاغته او کان فیه وصف امرء ۃ لیست کذالك او الزهریات المتضمنته وصف الریاحین والازهار والمیاہ فلا وجه یمنعه علٰی هذا نعم اذا قبل ذالك علی الملاهی متنع وان کان مواعظ وحکما للالات نفسها لاکذالك التغنی اہ ملخصاً وتمامه فیه فراجعه وفی للمتقی وعن النبی ﷺ انه کرہ رفع الصوت عند قرأۃ القران والجنازۃ والزحف والتذکیر فما ظنك به عند الغناء الذی یسمونه وجد او محبته فانه مکروہ لا اصل له فی الدین قا الشارح زادہ الخ

یعنی فتح القدیر میں ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ غنا حرام وہ ہے جو ناجائز الفاظ میں ہے جیسا کہ کئی مرد یا عورت معینہ زندہ کی وصف یا شراب کی ایسی تعریف کی جائے جس سے اس کی طرف شوق پیدا ہو اور راگنی اور مسلم یا ذمی کی شکایت ہو اور جب اشعار کا پڑھنا بغرض استشہاد کے ہو یا بغرض اظہار فصاحت و بلاغت ہو یا اس میں عورت کی وصف تو ہے مگر نہ اس طرح جس طرح مذکور ہوا یا زہریات جس میں بوٹیوں اور پھولوں اور پانیوں کے اوصاف ہوں تو جائز ہے۔ اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں۔ ہاں اگر یہ بغرض ملاہی ہوں تو ناجائز ہوگا۔ اگر چہ وعظ و حکمت ہو آلات کے لیے نہ غنا کے لیے اور ملتقی میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مکروہ جانا آواز کا بلند کرنا وقت تلاوت قرآن کے اور جنازہ کے اور زحف اور تذکیر کے پس کیا گمان ہے تیرا ایسے وقت غنا کے جسے وجد اور محبت کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ مکروہ ہے اس کا دین میں کوئی اصل نہیں۔

اب ناظرین کرام کو اس بات کا خوب اندازہ ہو گیا ہوگا کہ جناب نے صرف ایک کتاب کی

روایات نقل کرنے میں کس قدر خیانتیں کی ہیں۔ یہ بطور مشت نمونہ خروار ہے۔ تمام روایات منقولہ کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔ تمام کا احصاد باعث طوال وملال ہے۔

قال وما نقل انه علیه السلام سمع الشعر لم یدل علی اباحة السماع

اقول یا تو حضور کریم ﷺ کے شعر سننے کا انکار کر دیں تو ہم اس کا جواب دیں گے اور اگر انکار نہ کریں تو اباحۃ سماع کا ضرور قائل ہونا پڑے گا۔ کیونکہ حضور کے افعال و اقوال عین شرع ہیں۔ اگر آپ کے سننے سے اباحت ثابت نہ ہوئی۔ تو کیا کسی دوسرے شخص سے ثابت ہوگی۔

قال یجوز حمله علی الشعر المباح المشتمل علی الحکمة والوعظ

اقول ہماری بحث بھی صرف اشعار مباحہ میں ہے جو اشعار محرمہ ہیں اُن کی حرمت میں تو کوئی شک نہیں کرتا۔ فاضل معاصر کو اس عبارت نے کیا فائدہ دیا ہوگا جو اپنے رسالہ میں لکھ بیٹھے ہیں۔ یہ اُس کے مدعا کے برخلاف ہے۔ کیونکہ ہم کہہ سکتے ہیں الشعر المباح سمعه النبی ﷺ وکلما سمعه النبی ﷺ فهو لیس بحرام اس کا نتیجہ یہ ہے کہ الشعر المباح لیس بحرام جس سے ہمارا مدعا ثابت ہو گیا اور جناب کا دعویٰ باطل ہو گیا۔

قال وحدیث تواجده علیه السلام لم یصح

اقول بلکہ اس میں کلام تو طویل ہے مگر غیر ضروری سمجھ کر متروک ہوئی۔

قال وایضاً فیه فی التاتار خانیه عن العیون ان کان السماع سماع القران والموعظة یجوز وان کان سماع غناء فهو حرام باجماع العلماء

اقول اس عبارت سے فاضل معاصر نے کیا سمجھا۔ اگر جمیع انواع غنا حرام سمجھے تو سیّد الکونین ﷺ وصحابہ کبار وفقہاء ومحدثین کے اقوال وافعال اس کا معارضہ کریں گے اور اگر بعض غنا حرام سمجھا تو اس سے آپ کا مدعا پورا نہ ہو سکے گا۔

قال وایضاً فیه والحاصل انه لا رخصة فی السماع فی زماننا لان الجنیدؒ تاب عن السماع فی زمانه

اقول اولاً تو جناب نے نقل عبارت میں پھر خیانت کیا ہے۔ کیونکہ پہلے قول اور اس قول کے درمیان میں جو روایات محللہ تھیں ان کو ترک کر دیا اور صرف روایات محرمہ نقل کر لیے وہ عبارت یہ ہے ومن اباحه من الصوفية فلمن تخلى عن اللهو وتحلى بالتقوى واحتاج الى ذالك احتياج المريض الى الدواء وله شرائط ستة (۱) ان لا يكون فيهم امرد (۲) وان تكون جماعتهم من جنسهم (۳) وان تكون نية القوال الاخلاص لا اخذ الاجروا لطعام (۴) وان لا يجتمعوا لاجل طعام او فتوح (۵) وان لا يقوموا الا مغلوبين (۶) وان لا يظهروا وجدا الا صادقين ترجمہ اور جس نے صوفیہ میں سے سماع کو مباح جانا وہ اُس شخص کے واسطے ہے کہ لہو ولعب سے خالی ہو اور تقویٰ اور اخلاص سے موصوف ہو اور سماع کی طرف ایسا محتاج ہو جیسا کہ مریض دوائی کی طرف محتاج ہوتا ہے اور اس کے لیے چھ شرطیں ہیں۔ اوّل یہ کہ اُن میں حسین نابالغ لڑکا نہ ہو۔ دوئم یہ کہ تمام جماعت ایک ہی جنس کی ہو یعنی (تمام حاضرین میں سے نقشبندیہ نہ ہو) سوئم یہ کہ قوال کی نیت اخلاص کی ہو مزدوری یا کھانے کی وجہ نہ ہو۔ چہارم یہ کہ اجتماع جماعت بغرض طعام یا آمدنی کے نہ ہو۔ پنجم یہ کہ سوائے مغلوبیت کے کھڑے نہ ہوں۔ ششم یہ کہ وجد صادق کا اظہار کریں۔

ثانیاً جنید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہرگز سماع سے توبہ نہیں کی۔ اور نہ اس کو اس سے توبہ کرنی مناسب تھی کیونکہ خود ان کا مقولہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس طائفہ پر تین موقعہ میں نازل ہوتی ہے ان میں ایک موقعہ سماع بھی ہے جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ایسا جلیل القدر ولی رحمت کے نزول سے تائب ہو جائے یا معاذ اللہ جھوٹ بولے۔ اگر سماع ان کے نزدیک گناہ ہوتا تو اتنی مدت گناہ میں مبتلا ہونا اس کو ولایت کے درجہ میں نہ چھوڑتا۔ بلکہ ان کا اس سماع کو ترک کر دینا اس وجہ سے تھا کہ ایسے منصب کو پہنچ گئے جہاں سماع کی حاجت نہ رہی کیونکہ سماع اہلِ حق کے واسطے سیڑھی ہوتی ہے جس کے ذریعہ مناسب علیا کو پہنچتے ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ جب کسی مقام عالی پر چڑھنا مقصود ہو۔ تو سیڑھی کی ضرورت ہوتی ہے اور جب چڑھ گیا تو سیڑھی کو ہٹا لیا جاتا ہے۔ یا بوجہ

نہ ملنے اخوان الطریقت متحد الجنس کے جیسا کہ احیاء العلوم میں ہے۔ وبعضهم نقل عنهم ترك السماع و يظن انه كر هه و كان سبب تركه استغناء ه عن السماع بماذكرناه و بعضهم كان من الزهاد ولم يكن له حظ روحاني في السماع ولا كان هو من اهل الهوفتر كه لئلا يكون مشغولا بما لا يعينه و بعضهم تر كو ا الفقد الاخوان قيل لبعضم لم لا تسمع فقال مِمَّن و مَعَ مَن انتهى ترجمہ: اور بعض سے منقول ہے کہ سماع کو ترک کردیا اور گمان کیا جاتا ہے کہ شاید انہوں نے اس کو مکروہ جانا حالانکہ ان کے ترک کرنے کا سبب یا تو سماع کی حاجت نہ رہنی ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور بعض زاہد تھے اور ان کو روحانی حظ نہیں تھا۔ اور نہ صاحب لہو تھے سماع کو ترک کردیا۔ تاکہ بے فائدہ چیز کے ساتھ مصروف نہ ہوں اور بعض نے بوجہ مفقود ہونے ہم جنس کے سماع کو ترک کردیا۔ بعض اولیاء کو کہا گیا ہے کہ سماع کیوں نہیں سنتے کہا کس سے اور کس کے ساتھ۔

قال و في الهندية و من التيمية سئل الحلوانی عمن سمّوا انفسهم بالصوفية فاختصو بنوع لبسة واشتغلو ا باللهوو الرقص وادعوا لانفسهم منزلة فقال افتروا على الله كذبا

اقول یہ عبارت ہمارے مدعا کی ہرگز مزاحم نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ جو شخص اپنے آپ کو صوفی کہلاتا پھرے اور ایسا لباس پہنے جس سے وہ صوفی کہلانے کا مستحق بنا رہے اور لہو و رقص کے ساتھ مشغول ہو اور اپنے منزلت کا دعویٰ کرے وہ ہمارے نزدیک بھی برائی ہوگی فان الله لا يقبل عمل المرائين ایسے شخص کی حرمت تو اتفاقی ہے۔

قال قال السماع و القول و الترقص الذي يفعله المتصوفه في زماننا حرام لا يجوز القصد اليه و الجلوس عليه وهو الغنا ولمز امير سواء

اقول اس عبارت کے مابعد اس رقص اور سماع کی تفصیل کردی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو رقص اور سماع اہلِ حق کا ہے اس کے جواز میں تو کوئی شبہ نہیں ہے۔ اور اہل باطل اور فساق کا

ہے وہ ہرگز جائز نہیں عبارت یہ ہے

و جوّز اهل التصوف و احتجوا بفعل المشائخ من قبلهم قال وعندی ان مایفعلو نه غیر ما یفعله هٰؤلا ء فان فی زمانهم ربما ینشد واحد شعرافیه معنی یوافق احوالهم فیوا فقه ومن کان له قلب رقیق اذاسمع کلمته تواقفه علی مر هو فیه ربما یغشیٰ علیٰ عقله فیقوم من غیر اختیار و تخرج حرکات منه من غیر اختیاره و ذالك مما لا یستبعد ان یکون جائز امما لا یو ٔخذیه ولا یظن فی ا لمشائخ انهم فعلوا مثل ما یفعل اهل زماننا من اهل الفسق و المباحین و الذین لا علم لهم با حکام الشرع و انما یتمسك با فعال اهل الدین کذافی جواهر الفتاوی و سئل ابو یوسف عند الدف اتکر هه فی غیر العرس بان تضرب المراة فی غیر فسق للصبی قال لا اکره واما الذی یجی ء منه اللعب الفاحش للغناء فانی اکره کذا فی محمد السرخسی ولا باس بضرب الدف یوم العید کذافی خزانة للمتقین اس عبارت سے امور ذیلہ حاصل ہوئے الاول اہلِ حال کے لیے سماع اور رقص کا جائز ہونا والثانی جہال اور فساق کے لیے سماع اور رقص کا ناجائز ہونا والثالث شادی وغیرہ کے ماسوا بھی دف کا بجانا حلال ہونا بشرطیکہ نیت فاسد نہ ہو والربع مجلس لعب فاحش میں غنا کا مکروہ ہونا والخامس عید کے دن دف کا بجانا اور سننا مباح ہونا۔ اب بتایئے کہ فتاویٰ ہندیہ نے فاضل معاصر کے دعویٰ کا اثبات کیا کہ ہمارے مدعا کا فاضل معاصر تو حرمت سماع علی الاطلاق کے قائل ہیں۔ اس کے دعوے کی تو بالکل بیخ کنی کر دی۔ البتہ ہمارا چونکہ مدعاء ہی تفصیلی تھا۔ یعنی بغرض صالح اگر استعمال کیا جائے تو مباح ہے اور اگر بغرض فاسد ہو تو حرام تو اس کی تصدیق بھی کر دی۔ حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

یہیں کہ رقص کناں میرود بنالہ تک
کسے کہ اذن ندا دے با ستماع سماع

عجب تو یہ ہے کہ فاضل معاصر نے سیاق عبادت فتاوے ہندیہ کو ایسا توڑا کہ پہلی روایات جو

میں نے اب کہی ہیں اپنے مدعا کے برخلاف سمجھ کر چھوڑ دیا اور بیچ میں صرف ایک فقرہ اپنے خیال کے مطابق سمجھ کر نقل کرلیا۔ اوراس کے بعد جو روایات ان کے مخالف تھیں ان کو بھی ترک کردیا جن کا خلاصہ یہ ہے کہ غنا مجرد میں اختلاف ہے۔ شیخ الاسلام تو اس کو مطلقاً حرام کہتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اگر اس سے نظم القوافی حاصل کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اور بعض کا قول ہے کہ اگر اکیلا ہو او دفع وحشت کے لیے کوئی غزل گائی جائے تو جائز ہے امام شمس امامہ سرخسی بھی اسی طرف مائل ہیں۔ اور اگر اشعار حکمت یہاں عبرت یا نقاہت آمیز ہوں تو مکروہ نہیں۔ اور اشعار مباحہ پڑھنے مکروہ نہیں۔ اور گر ان میں کسی عورت زندہ میعنہ کے اوصاف ہوں تو مکروہ ہے۔ اور اگر عورت مردہ کے ہوں مکروہ نہیں۔ اور اگر عورت غیر معینہ کے اوصاف گائے جائیں تو ہم مکروہ نہیں ۔اور جن اشعار میں فسق یا شراب یا لڑکوں کا ذکر ہو تو ان کا گانا مکروہ ہے۔ لڑکے اور عورت کا ایک ہی حکم ہے۔ اور اشعار کے پڑھنے کی کراہت کی وجہ یہ ہے۔ کہ ان کے پڑھنے سے قرآن شریف اور ذکرِ الہیٰ سے محروم ہو جائے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ جب اس سے علمِ تفسیر اور حدیث کو امداد ملے۔ انتہیٰ ملخصاً مترجمہ: فاضل معاصر کی حرمت علی الاطلاق کہاں گئی۔

قال و فی مدخل ابن الحاج و قد ذکر ان بعض الناس عمل فتوی و کان ذالك فی سنه ۶۶۱ احدی و ستین و ستمأۃ و مشی بھا علی اربع مذاھب و لفظھا سوال ما تقول سادۃ الفقھاء دائمة الذین و علماء المسلمین و فقھم الله تعالی لطاعة و امالھم علی مرضا تِهٖ فی جماعته من المسلمین ومرد والیٰ بلد فقصد وا الی المسجد و شر عوا یصفقون و یھنون و یر قصون تارۃ بالکف و تارۃ بالد فوف والشابة فھل یجوذ ذالك فی المساجد شرعاً افتونا ماجو دین یر حکم الله تعالیٰ الجواب فقالت الشافیعة السماع لھو مکروہ یشبه الباطل به ترد شھادۃ والله اعلم

اقول شافعیہ کے جواب میں ان کے امام کی تصریح پیش کی جاتی ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں کہا ہے۔ واما امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ گفتہ است غزالی کہ تحریم غنا

مذہب او نیست و تتبع کردم چندیں کتب از مصنفات دے راندیدم اورانصے بتحریم وے واستاد ابو منصور بغدادی گفتہ کہ مذہب وے اباحت سماع است بقول والحان چون بشنو د مرد از مرد یا از جاریہ خود یا امرۃ کہ حلال است نظر بوے یا بشنو د در خانہ خود یا خانہ اصدقاء خود دنشنو د آں در میان راہ و بنا شد سماع مقترن بچیدے از منکرات وضائع نکند بسبب آں اوقات نماز را۔ و روایت کردہ است ابو منصور بغدادی از یونس بن عبد الاعلیٰ کہ شافعی استصحاب کردمرا بسوی مجلس کہ در دے قینہ بود کہ تغنی میکرد چوں فارغ شد قینہ گفت شافعی آیا خوش کردی تو ایم را گفتم نہ گفت اگر راست میگوئی نیست ترا حس صحیح یعنی خوش اشتن غنا علامت سلامت طبع است و نا خوش داشتن آں نشان احوجاج طبعیت و نقصان حس ازینجا معلوم ہے شود کہ دلیلے شرعی بر حرمت و کراہت آں نیست۔ اگر آں بودے خوش واشتن طبع آں را چہ فائدہ کو دیے۔ ور تاثیر نغمہ در طبائع ہیچکس سخن نیست کہ در حیوانات موجود است چہ جائے آدمیاں و منقول است کہ الغناء لھو مکروہ یشبہ الباطل و گفتہ اند کہ تواند کہ مراد بمکروہ آن باشد کہ ترک آن اولیٰ است کہ اطلاق او بایں معنی آمدہ است و غزالی گفتہ کہ دلالت نیست میں را بر حرمت و کراہت بلکہ اگر باطل نیز گفتے دلالت نبودے زیرانکہ معنی باطل فائدہ بنا شد در وے است ازیں الفاظ کہ دلالت وارد بر تغلیظ بر غنائیکہ مقترن است فحش یا منکر۔ پس تحریم از جہت عارض باشند از جہت معنی کہ در ذات غنا است و بالجملہ بتحقیق صحیح شدہ است از قول و فعل شافعی چیزیکہ صریح است در اباحت و نیست نص در تحریم و از یونس بن عبد الاعلیٰ امروی است کہ پرسیدم شافعی را از اباحت اہلِ مدینہ سماع را گفت کہ نے دانم کسے را از اہلِ حجاز کہ سماع را مکروہ داشتہ باشکد مگر از اوصاف عارجہ وے انتہی ملخصاً۔ اس تحقیق نے مجیب کے جواب کی خوب تردیدی کردی کیونکہ یونس بن عبد الاعلیٰ جو کہ خاص شاگرد و مصاحب امام شافعی کے ہیں اور امام غزالی بحرِ ذخائر ہین جو کہ اپنے مذہب کے اصول و فروع سے بخوبی واقف ہیں بڑی جرأت سے اپنے امام کا عندیہ کھول کر سنا دیا ان کے مقابلہ میں کون دم مار سکتا ہے۔ ہاں اگر اس سے مجیب کی غرض صرف نقل قول امام ہے تو اس کا معنی آپ نے سن لیا ہے۔ اور اگر تحریم ہے تو وہ غلط ہے واللہ

اعلم

قال و قالت المالکیۃ یجب علی ولا ۃ الا مرزجرھم ورد عھم واخرا جھم عن لمساجد حتی یتو بوا ویر جعوا واللہ اعلم

اقول مالکیہ کے جواب میں امام مالک کا قول اورفعل پیش کیے جاتے ہیں جن سے مجیب کا صدق وکذب معلوم ہو جائے گا۔ مدارج النبوۃ میں ہے درسیدہ شداز مالک ازسماع گفت دریافتم اہلِ علم رادر بلاوخود کہ منکر نیستند آں رادنمے شنیدازاں وگفت کہ منکر نمے شودآں رامگر عامی یا جاہل یاعراقی غلیظ بطبع وہمچنیں نقل کردہ است ازوے عدلی وحکایت کردہ است اباحت راازدے وامام قشیری واستاد ابومنصور وقفال وغیرایشان وآنچہ نقل کردہ شدہ است از مالک رحمتہ اللہ علیہ کہ گفت نمے شنوندآں۔رامگر فاسقاں محمول است برغنائیکہ مقترن است بوے منکر جمعاً بین القول والفصل وسیدنداز وے رازہیم بن سعداز احوال مالک پس گفت خبردارندمراکہ دعوتے بود دُربنی یربوع و باقوم دفوف بوددعودنا کہ تغنی میکردندولعب می نمودنداں وبود با مالک دف مربعہ کہ می زدآں رادتغنی می نمودانتہی ملخصاً۔اس تقریر نے مجیب کی قلعی کھول دی اورامام مالک کے افعال واقوال کوبخوبی بیان کردیا۔جس سے ثابت ہوا کہ حرمت غناءعلی الاطلاق نہ اس کا قول اور مذہب جس نے اس کیطرف نسبت کیسا بہتان باندھا۔واللہ اعلم

قال و قالت الحنابلۃ فاعل ذالک لا یصلی خلفہ ولا یقبل شہادتہ ولا یقبل حکمہ ان کان حاکماً وان عقد النکاح علی یدہ فھو فاسد واللہ اعلم

اقول ان حنابلہ کے اپنے کی مذہب کی تقریر بھی ذراسن لیجئے پھراس جواب کے صدق و کذب کا اندازہ لگا لیجئے گا۔محدث دہلوی مدارج النبوت میں لکھتے ہیں واما امام احمد بن حنبل صحیح شدہ است روایت کہ وے شنیداست غنارا تر د پسر خودش کہ نام دے صالح است روایت از ابوالعباس قرعالی کہ میگفت شنیدم صالح بن احمد بن حنبل راکہ می گفت بودم من دوست میداشتم سماع راو بود پدرمن کہ ناخوش میداشت آں راپس کردم ابن جنادہ راکہ باشدتردمن شبے۔پس

باشید تردمین تادنستم کہ خواب کرد پدر من پس شروع کرد ابن جنادہ در تغنی پس شنیدم آواز پائے را برمام پس برآدم بالائے بام و دیدم پدر خودرا بالائے بام کہ مے شنود غنائے راو دامن در زیر بغل اوست ودے می خرامد بالائے بام گویا کہ رقص میکند و مثل ایں قصہ از عبداللہ بن احمد بن حنبل نیز منقول است وایں دلالت دارو براباحت سماع تردد دے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ وآنچہ منقول است از دے مخالف ایں محمول است بر غناء مذموم مقترن فحش ومنکرات۔ وروایت کردہ شدہ است از احمد کہ وے شنید قوال راتردد پرش صالح وانکارنکرد۔ پس گفت پسر دے اے پدر آیا نبودی تو کہ انکارمی کردی ومکروہ می داشتی تو آں را گفت پسر دے اے پدراند کہ استعمال میکنند باد ے منکر راانتہی۔ ان روایات نے تمام حالات امام الحنابلہ کے کھول دیئے۔ پر کسی مقلد حنبلی کی کیا طاقت کہ علی الاطلاق سماع کو حرام بلکہ اسی تغلیظ کہ اس کو توبہ پر مجبور کیا جائے۔ اور ان کو مساجد سے نکال دیا جائے۔ ان کو چاہیے کہ پہلے اپنے ہم مذہب کو اور اس کے لڑکوں کو مسجد سے نکال دیں کیونکہ وہ تو سنتے رہتے ہیں۔

قال وقالت الحنفية الحصيرة التي ترقص فيها لا يصلیٰ عليها حتى تغسل والارض التي ترقص عليها لا يصلى عليها حتیٰ يحضر ترابها و يرمي واللہ اعلم

اقول اور ان مشددین حنفیت کے اپنے امام اعظم رحمتہ علیہ کا معاملہ پیش کیا جاتا ہے جس سے واضح ہوجائے گا کہ اس مشدد نے کس قدر گستاخی سے کام لیا ہے۔ مدارج النبوت میں ہے۔ حکایت است از صاحب تذکرہ کہ پرسیدہ شد از امام ابوحنیفہ وسفیان ثوری از غناء۔ پس گفتند ہر دہ کہ نیست غناء از کبائر و نہ از اسود صغائر ونقل کردہ اند کہ امام ابوحنیفہ را ہمسایہ بود کہ ہر شب بوے خاست وتغنی میکرد وامام گوش میداشت تغنی اوراو نشنید شبے آواز وے۔ گفتند کہ بیروں برآمدہ بود دے امشب۔ پس گرفتند ودرزماں کردند اوراپس پوشید امام عمامہ خودرا بروقت تردامیر وشفاعت کرد اوراو خلاص گرانید وپرسید امیر کہ نام او چیست گفتند عمر۔ پس برآورد از زماں ہر کہ راعمر نام بود۔ و گفت امام بآں مرد کہ بازگرد بآنچہ میکردی ہر شب وچوں گوش داشت امام ابوحنیفہ او و نہی نکرد اور

ادلالت کرد براباحت تغنی تردد ے۔ واستماع دے ہرشب آں ورع وتقویٰ کہ وے داشت حمل منی تواں گردمگر براباحت۔ پس آنچہ واردشدہ ازسے پرخلاف آں حمل کردہ شود برغناء مقترن بفواحش ازبرائے جمع میاں قول وفعل دے۔ وحال آنکہ گرفتہ نشد است تحریم مگراز مقتضائے فعل وے۔ رازنص قول دے چنانکہ رفت بولیمہ کہ دروے غناء بودومانندآں وحکایت کردہ است ابن قیتبہ کہ ذکرکردہ شد تردابی یوسف مسئلہ غناء پس ذکرکردہ قصہ جابر وابوحنیفہ راوحکایت کردہ شدہ است ازامام ابویوسف کہ بسا کہ حاضری شد مجلس رشید دے بوددروے غنا پس ے شنیدوے گر یست انتہی۔ اب ان روایات نے تمام شقوق جواب کی تردید وتکذیب کردی فاضل معاصر نے اپنے رسالہ میں ایسے فضول مباحث کودرج کرنے میں فائدہ حاصل کیا۔

باتو ار ہر طرفے صدسخن آرم میاں

ہر جو ابیکہ دہی باز در آئم بہ سوال

اوررقص کی تحقیق وتفصیل پہلے مذکورہوئی کہ دوقسم ہے مذموم ومحمود۔خواہ کوئی قسم بھی نہ ہواس سے چٹائی مسجد کی ناپاک ہوتی ہےاورنہ ہی مسجد۔کیونکہ احناف کےنزدیک جب مشرک مسجد میں داخل ہوکرچٹائی پرقدم رکھے۔تواس سے نہ چٹائی کادھونافرض ہوجاتا ہےاورنہ مسجد کافرش اٹھانا۔ نامعلوم رقص کرنے سے کیوں یہ تمام ناپاک ہورہے ہیں۔کیارقص شرک سے بھی بدتر ہےوقد قال اللہ تعالیٰ ان المشرکین نجس (سورۃ التوبہ) اس مجیب کی جرأت وبے باکی پرافسوس ہے۔کہ ایسے کلمات غلیظ بےسند بول کرفاضل معاصرجیسے عالی مزاج آدمی کوخوش توکردیا۔لیکن اپنی عاقبت کاخیال نہ کیا۔

قال و قد قال الشیخ الا مام ابو عبد اللہ القرطبی رحمتہ اللہ تعالیٰ فی تفسیر ہ حین تکلم علیٰ قصۃ السامری فی سورۃ طٰہٰ سئل الا مام ابو بکر الطوطوسی رحمۃ اللہ علیہ السوال ما یقول سیدنا الفقیہ فی مذهب الصوفیۃ حرمن اللہ مذھبہ انہ اجتمع جماعۃ من الرجال یکثرون من ذکراللہ تعالیٰ و ذکر محمد ﷺ ثم انھم یو

قعون اشعار امع الطقطقة بالقصيب علی شیء من الا دیم و یقوم بعضهم و یر قص و یتو اجد حتی یخر مغشیاء علیه و یحضرون شیئاً یا کلونه هل الحضور معهم جائز ام لا افتو نا یر حکم الله تعالیٰ و هذا القول الذی یذکرون:

یاشیخ کف عن الذنوب

قبل التفرق و الذلل

واعمل لفسك صالحا

مادا م ینفعك العمل

الجواب فأجاب بقوله یر حکم الله مذهب هو ٔلا ء بطألة و جهألة و ضلالة و ما سلام الا کتاب الله و سنة رسوله صلے الله علیه و سلم و اما الرقص و التواجد فأول من احدثه اصحاب السامری لما اتخذ لهم عجبلا جسد ا له خوار قاموا یر قصون الیه فهودین الکفار و عباد العجل و اما القضیب فأول من احدثه الزنا د قة للیتستغلو به المسلمین عن کتاب الله و انما کان النبی ﷺ مع اصحابه کانما علی روسهم الطیر من الوقار فینبغی للسلطان و نوابه ان یمنعهم من الحضور فی المساجد وغیر ها و لا یحل لا حد یؤ من بالله و الیومه الا خران یحضر معهم ولا یعینهم علی باطلهم هذا مذهب مالك و ابی حنیفة و الشافعی واحمد بن حنبل وغیر هم من ائمته المسلمین و بالله التوفیق

اقول واعتصم بحبل الله المتین یہ جواب غلط اور مخالف کتاب اللہ وسنتہ الرسول ﷺ معمولات ائمہ اربعہ وسلف صالحین ہے بچند وجوہ الاول سوال میں جو پہلا فقرہ درج ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ مرد جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا اور رسول ﷺ کا بہت ذکر کرتے ہیں۔ اور اس کو مجیب نے بطالت و جہالت وضلالت قرار دیا ہے۔ العیاذ باللہ حالانکہ خداوند کریم کا ارشاد ہے فاذ کر ونی اذکر کمO (سورۃ الاحزاب) یعنی تم میرا ذکر کیا کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور ثابت بنانی نے کہا کہ

جب مجھے اللہ تعالیٰ یاد کرتا ہے مجھے معلوم ہو جاتا ہے۔ حاضرین نے کہا کہ آپ کو کس طرح معلوم ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا کہ جب میں اللہ تعالیٰ کو یاد کروں وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ وقال الله تعالیٰ اذکر واللہ ذکر اً کثیرا یعنی اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کیا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے منافقین کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔ ولا یذکرون الله الا قلیلا یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے مگر تھوڑا وقال تعالیٰ الذین یذکرون الله قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبهم (سورۃ العمران) یعنی وہ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے اور حضور سرورِ کائنات ﷺ کا ارشاد ہے لذکر الله عزوجل بالغداۃ والعشی افضل من حطبه السیوف فی سبیل الله ومن اعضا للاسماً یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر صبح اور شام بہتر ہے اللہ کے راستہ میں تلواروں کے چلانے اور بہت مال خرچ کرنے سے اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب مجھے میرا بندہ اپنے جی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو جی میں یاد کرتا ہوں اور جو جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے اچھی جماعت میں یاد کرتا ہوں۔ اور حدیث شریف میں ہے جس مجلس میں لوگ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ اس مجلس کو فرشتے اپنے پروں سے ڈھانک لیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اس پر محیط ہوتی ہے اور خداوندا اپنے فرشتوں میں ان کا ذکر کرتا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں جو لوگ جماعت بن کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں جس سے ان کی غرض صرف رضامندی ہونے کی ہو۔ تو ان کو آسمان سے منادی آواز کرتا ہے کہ چلو تمہارے گناہ سب صاف کیے گئے ہیں۔ اور تمہارے گناہ نیکیوں کے ساتھ بدلائے گئے ہیں۔ ان تمام احادیث کو امام غزالی نے احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے۔ ان احادیث و آیات سے ذکر کی فضیلت بخوبی ثابت ہو گئی۔ تو جس شخص نے ذکرِ اللہ کو بطالت و جہالت و ضلالت کہا ہے۔ اس کے منہ میں خاک کا لقمہ دینا چاہیے۔

ہر آنکہ لب ز رخ یار و ز لف اور بر بست
بدہن او ہمہ خاک جہاں سایہ ریخت

والثانی دوسرا فقرہ یعنی اشعار کا پڑھنا اگر ان میں مضامین حکمت اور وعظ اور ترغیب وترہیب کا ہوتو ان کا پڑھنا مسنون ہے اور سننا بھی حضورِ کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ اشعار کے مضامین اگر اچھے ہوں تو وہ بھی اچھے ہیں۔اور اگر ان کے مضامین قبیح ہوں تو وہ بھی قبیح ہوتے ہیں الحدیث رواہ دار قطنی۔اور خود حضور کا اشعار پڑھنا اور صحابہ سے سننا پہلے مذکور ہو چکا ہے بلکہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ آپ امیہ بن صلب کے اشعار سننے میں ایسے محظوظ ہوتے تھے کہ جب ایک شعر سنتے تو فرماتے اور کہو۔پھر جب دوسرا سنتے تو فرماتے اور کہوحتی کہ سو بیت آپ نے سنے اور آپ نے لبید کے اس بیت کی تحسین فرمائی۔

ان فضل الله غیم هاطل

الا کل شیء ماخلا الله باطل

اس سے ثابت ہوا کہ اشعار کا پڑھنا اور سننا بطالت ہے نہ جہالت نہ ضلالت ہے۔بلکہ اس کو بطالت اور جہالت اور ضلالت کہنا خود بطالت اور جہالت وضلالت ہے والثالث تیسرا فقرہ یعنی کسی چوب کو کسی چرمی چیز پر مار کر طقطقہ حاصل کرنا میں کہتا ہوں کہ یہ صورت دف یا اس کی مثال کی ہے۔اور دف وغیرہ کا بجانا مواقع سرور میں مباح ہے جیسا کہ ابحاث سابقہ میں اس کی تفصیل گزری ہے اس کے بطالت و جہالت وضلالت ہونے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی والرابع چوتھا فقرہ یعنی بعض لوگ اٹھ کر رقص اور وجد کر کے بے ہوش ہو کر گر جاتے ہیں۔کیا یہ فعل جب خالص ہو تو نا جائز ہے۔کلا وحاشا آپ نے شاید احیاء العلوم اور شامی وغیرہ کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے رقص اور وجد کے بارہ میں کیا لکھا ہے۔اور عوارف المعارف میں اس کی کس قدر تحقیق کر کے ثابت کر دیا ہے کہ نہ رقص علی الاطلاق حرام ہے اور نہ سماع جناب سید الکونین ﷺ کے عہد اقدس میں آپ کے سامنے یہ سب کچھ ہوا۔سماع کی تحقیق پہلے مذکور ہوئی اور رقص جو حبشیوں نے آپ کی مسجد میں کیا۔اور آپ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے کندھے سے ڈھانک کر دکھلاتے رہے کیا یہ رقص کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتے؟ وجد اور رقص فجار کے اشعار نہیں بلکہ

اہلِ اسرار کے آثار ہیں۔ کیونکہ ہر فعل پر کوئی نہ کوئی اثر مرتب ہوا کرتا ہے جس کے لیے اس فعل کا صدور ہوتا ہے اور سماع کا اثر مرتب یہی وجد ہے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں کہا ہے کہ وجد اثر اور ثمرہ سماع کا ہے جو کہ وہ وارد حق جدید ہے سماع کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ جس کو صاحب سماع اپنے جی میں محسوس کر لیتا ہے۔ کبھی اس کو ہضم کر جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا کوئی اثر جوارح میں ظاہر نہیں ہوتا۔ اس کا نام وجد الکملاء ہے۔ اور کبھی ہضم نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کے آثار جوارح میں ظاہر ہو جاتے ہیں مثلاً حرکات منیفہ اور اضطرابات غیر عادیہ اس کا نام وجد العرفاء ہے۔ اور ان حرکات کا نام رقص ہے۔ پس جس شخص نے سماع کیا اور وجد نہ کیا۔ اس کی مثال گدھا کی ہے جو کتابیں پیٹھ پر اٹھاتا ہے۔ اور اس وجد کا منکر سوائے کالانعام بل ہم اضل سبیل کے سوا کوئی بھی نہیں کیونکہ حیوان بھی کبھی سماع سے خوش ہو کر وجد اور رقص میں آ جاتا ہے۔ جیسا کہ اونٹ جو کہ حدی کے آواز سے وجد اور رقص کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بھاری بوجھ کو برداشت کر کے ٹھنڈی رات کی مسافت طویلہ قطع کر جاتا ہے۔ یہ تو حیوانات کا حال ہے۔ اور انسان کا حال یہ ہے کہ اس نے مدت میں مشاہدہ محبوب کو مکاشفہ مرغرب میں واصل ہو جاتا ہے اور بہت سے اولیاء اللہ نے اس حالت میں وصال حقیقی حاصل کر لیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی مجلس میں جن وانس واطیور سب جانور جمع ہو کر لحن داؤدی سنتے تھے اور محظوظ ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ چار سو جنازہ ان کی مجلس سے اٹھایا جاتا تھا انتہیٰ۔ ناظرین کو اس امر کا اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ایسے وجد کو بطالت، ضلالت یا جہالت کہنا کس قدر نامناسب ہے۔

والخامس پانچواں فقرہ جس کا حاصل یہ ہے کہ طعام حاضر کر کے کھاتے ہیں۔ حالانکہ قری الضعیف سنت مؤکدہ متوارثہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں موجود ہے۔ اس کو بطالت وضلالت وجہالت قرار دینا انصاف سے کوسوں دور ہے۔ **السادس** چھٹا فقرہ جس کا مطلب یہ ہے کہ بادسنا ایسی مجالس کو مساجد میں نہ ہونے دے حالانکہ خداوند تعالیٰ کا خاص ارشاد ہے ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا اولئک ما کان لہم ان

یدکوھا الا خائفین۔

السابع ساتواں فقرہ یعنی مومن کو اس مجلس میں شامل نہیں ہونا چاہیے۔ حالانکہ حدیث شریف میں ایسی مجالس کے بارہ میں ارشاد ہے ھم قوم لا یشقی جلیسھم تو جس نے اس کی شمولیت کا حصہ لیا اس کو ثواب اور اجر بہرہ ور اور جو محروم ہوا وہ محروم ہوا۔ **الثامن** اور آخری فقرہ جس کو نقل کرتے وقت فاضل معاصر بڑے خوشی کے نعرے لگاتے ہوں گے جس کا حاصل یہ ہے کہ حرمت سماع، وجد و رقص امام مالک و امام ابوحنیفہ و احمد بن حنبل کا مذہب ہے حالانکہ اس کی تردید سابق سوال کے جواب میں بالتفصیل گزری اعادہ کی حاجت نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

والجواب الصحیح لھذا السوال یہ ہے کہ یہ مجلس مجالس الخیر سے ہے۔ اور اس میں شامل ہونا موجب نزول رحمت و برکت ہے۔ ایسی مجلس میں حاضر ہو کر بزرگان دین سے فیوض حاصل کرنا جائز بلکہ مستحسن ہے اور باعث اجر و مغفرت ہے قال النبی ﷺ المجلس الصالح یکفر عن المومن الفی الف خطیئة من مجالس السو کذافی الاحیاء پس جس کا جی چاہے حاضر ہو کر ثواب حاصل کرے۔ اور جس کا جی نہ چاہے تو گھر میں بیٹھ کر اس فیض سے محروم رہے۔ مگر بہر حال اولیاء اللہ کے احوال پر اعتراض اور انکار نہ کرے۔ ورنہ غضب الہیٰ کا مستحق ہو جائے گا۔

چراغے را کہ ایزد بر فروزد
ہر آنکس دم زند ریشش سبوزد

تکملہ

فاضل معاصر نے اپنے زعم میں اس حرمت سماع علی الاطلاق کو ہر چہار مذہب کے ائمہ کی طرف نسبت کر کے اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ اور ائمہ اربعہ اہلِ مذاہب کے افعال واقوال کی تشریح پہلے مذکور ہوئی۔ اب ان کے محقق مقلدین کے اقوال بھی ذرا سن لیجئے۔ جس سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ دعوی بالکل غلط ہونے کی وجہ سے نا قابلِ سماع ہے۔

بانو از ہر طرفے صد سخن آرم بیاں

ہر جوابیکہ دہی باز در ایم بسوال

مدارج النبوت میں ہے کہ کہ داؤد طائی فقیہ حنفی شاگرد امام اعظم صاحب جونہایت جلیل القدر امام تھے۔ اور بوجہ کبرسن کے کوز پشت ہو گئے تھے۔ جب سماع سنا کرتے تو ان کی پیٹھ سیدھی ہو جاتی تھی۔ اور فقیہ ناصرالدین ابوبکر اسکندری اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر سماع شرائط کے ساتھ اپنے محل میں اسکے اہل سے سنا جائے تو درست ہے اور یہی مختار ہے۔ حنابلہ میں سے ابو بکر صاحب جامع اور ان کے شاگرد عبدالعزیز کا اور صاحب مستوعب نے اس کو ان کی جماعت سے نقل کیا ہے۔ اور صالح وعبداللہ پسران امام احمد سے بھی سماع کا سننا سابقاً منقول ہوا۔ اور ظاہر یہ سے حافظ ابوالفضل مقدسی وغیرہ نے بھی اس کو اختیار کیا ہے۔ اور محمد بن حزم نے بھی اپنے مصنفات میں اس کو ذکر کیا ہے۔ بلکہ اس نے اس بارہ میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ نیز ابنِ طاہر نے بھی ایک رسالہ اباحت سماع میں تصنیف کیا۔ جس میں صحابہ وتابعین کا اجماع اباحت سماع پر ثابت کیا۔ اور اسانید موثوقہ سے موثق کیا۔ اور شیخ تاج الدین عبدالرحمٰن فرادی ومفتی دمشق اور ابنِ قتیبہ نے اباحت سماع پر اجماع اہلِ حرمین کا نقل کیا ہے۔ اور ابنِ طاہر نے سند صحیح سے روایت کیا ہے۔ کہ جب اہل مدینہ کا کسی امر پر اجماع ہو۔ تو اس کو سنت جاننا چاہیے اور ابویعلی حنبلی نے روایت کیا ہے کہ یوسف بن ماجشون اور اس کا بھائی سماع کی رخصت دیتے تھے۔ اور

امام یحیی بن معین نے جو کہ اعاظم ائمہ حدیث سے تھے ذکر کیا ہے کہ یوسف بن ماجشون کی مجلس میں حاضر ہوئے ہمیں حدیث سناتے تھے اور دوسرے مکان میں اس کی لونڈیاں مزامیر بجا رہی تھیں۔ اور عبدالعزیز بن ماجشون جو کہ اہلِ مدینہ کے مفتی تھے۔ صحیحین وغیرہ میں اس کی روایات احادیث بکثرت ہیں وہ بھی عود کے سننے میں رخصت دیتے تھے۔ اور در المختار شامی، عالمگیری، ہدایہ، فتح القدیر مبسوط وغیرہ میں بھی اسی طرح ہے چونکہ فقہاء حنفیہ کے اقوال سابقاً بہت مذکور ہو چکے ہیں۔ لہذا اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

یا رب چہ نغمہ کزربا بیکہ خون خصم
بانعرہ ہائے قلقش اندر گلوبہ بست

قال یہ عبارات قطعاً دلالت کرتے ہیں احادیث حرمت ملاہی کے جمہور علماء کے نزدیک علی التواتر معمول بہا ہونے پر

اقول

بہ تیشہ کس نخر اشد زروئے خاراگل
چنانکہ بانگ درشتِ تو میخر اشد دل

علمائے کرام ہر چہار مذہب خواہ مجتہدین ہوں یا مقلدین کے افعال واقوال بالتفصیل مذکور ہوئے۔ افسوس کہ فاضل معاصر کی ہمدردی کسی سے بھی نہ ہوئی۔ اور نہ ہی احادیث نے اس کا ساتھ دیا۔ اور نہ ہی صحابہ کبار واتباع ابرار نے اس بے چارہ کی حال پرسی کی

بروز تنگدستی آشنا بیگانہ میگردد
صراحی چوں شود خالی جدا پیمانہ میگردد

نہایت تعجب ہے کہ کس شیوہ سے اس حرمت سماع علی الاطلاق کو علی التواتر معمول بہا ہونے کا دعویٰ وناز کرتے ہیں۔

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ ٔ ناز

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

قال لہذا ایہ احادیث بسبب اس عمل تواتر جمہور کے قطعی ہوگا۔

اقول دونوں طرف تواتر عملی ہے۔ سماع مذموم کی حرمت اور سماع محمود کی اباحت پر لیکن جناب کو اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ جبکہ وہ اباحت کے قائل ہی نہیں۔ قال اسی وجہ سے اکثر عبارات میں حکم حرمت کا کیا گیا۔ اور بعض میں جو حکم کراہت کا کیا گیا سو بوجہ فرق کرنے کے ہے تواتر عملی اور تواتر نقلی ہیں کہ ثانی موجب قطعیت اور اولیٰ نہیں بلکہ قریب اس کے اقول

غریبی گرت ماست پیش آورد

دو پیانہ آب است و یک چمچہ دوغ

جناب کی تاویل ایسی ہے جیسے کوئی اپنے کان کو سر کے اوپر الٹا کر ہاتھ لگاتا ہے حرمت اور کراہت والی روایات کی تاویل تو ہوئی۔ لیکن جن روایات میں اباحت صریحہ واقعہ ہو اس کو کس کونہ میں رکھا گیا صحیح تاویل یہ ہے جس سے تمام روایات کی تطبیق آجائے کہ با اعتبار اختلاف احوال سماع کے احکام بھی متفرق ہوئے یعنی سماع اگر عوارض ذمیمہ سے خالی ہے تو مباح اور اگر عوارض مذمومہ خفیفہ سے ملحق ہے تو مکروہ اور اگر عوارض غلیظہ آگئے تو حرام لان التطبیق اولیٰ من التلفیق و الوفاق اولیٰ من النفاق

قال بہر حال مرتکب آلات ملاہی فاسق و آثم ضرور ہوگا۔

اقول یہی الفاظ ہیں جو جناب کو موردِ عتاب و مستحق عقاب بنا رہے ہیں۔ مولانا سعدی فرماتے ہیں

چو آہنگ بربط شود مستقیم

کے از دست مطرب خورد گوشمال

آلات ملاہی سے جناب کی کیا مراد ہے۔ اگر تمام انواع مراد ہیں جیسا کہ جناب کا دعویٰ

ہے خواہ کسی غرض صالح سے استعمال کیے جائیں یا فاسد سے تو یہ سفید کذب وافترا ہے۔ کیونکہ بعض آلات کو بعض اغراض صالحہ کی وجہ سے تو خود جناب شفیع المذنبین ﷺ نے بھی سنا۔ اور صحابہ کرام و تابعین عظام کے معمول بہا رہے جیسا کہ ابحاث سابقہ میں اس کی تحقیق گذری ہے۔ تو یہ بزرگان دین وہادیان اسلام (خاک بدہن دشمن) فاسق ٹھہرے نعوذ باللہ من ھذہ العقیدۃ الفاسدۃ اور اگر بعض آلات مراد ہیں تو جناب کا مطلب کافور ہو گیا۔ بلکہ ہمارا مدعا ثابت ہو گیا۔ کیونکہ جو آلات بغرض فاسد استعمال کیے جائیں ان کو کب حلال کہتا ہے۔

مجال سخن تا نہ بینی زپیش
بہ بیہودہ گفتن مبر قدر خویش

قال اور یہی حال ہے مجرد غناء بمعنی راگ کا بھی کہ اس کے باب میں بھی اس قسم کی عبارات کثرت سے صادر ہوئی ہیں

اقول

چو کردی باکلوخ انداز پیکار
سر خورد رابنا دانی شکستی

جیسا کہ آلات میں تفصیل گزری ہے راگ میں بھی وہی تفصیل ہے اعادہ کی حاجت نہیں۔ جناب کو کلیات نے تباہ کر دیا ہے۔ کیونکہ آپ کی عادت ہے کہ جس مضمون کو ذکر کرتے ہیں خواہ ایجابی ہو یا سلبی تو کلیت کی صورت میں ذکر کرتے ہیں جس سے دھوکہ کھا بیٹھتے ہیں۔

تکمیل

ہمیں باب تعزیرات کے کھولنے کی کوئی غرض نہ تھی۔ اور نہ ہی حکم فسق کا کفر کا کسی پر جاری کرنے کی ضرورت۔ مگر چونکہ فاضل معاصر نے اپنے مآل کا حال دیکھ کر پیش دستی کر لی ہے۔ لہذا ہم بھی اس کے جواب ترکی بہ ترکی دینے پر توکل کرتے ہیں۔ فاضل معاصر نے اس رسالہ خیرا لنواہی میں مرتکب سماع کو فاسق و آثم قرار دیا ہے۔ اور دوسرے رسالہ **الاغنا بتحریم الغناء** کے اخیر صفحہ پر لکھا ہے۔ کہ جو شخص نسبت سماع غناء کی رسول اللہ ﷺ کی طرف کرے گا واجب التعزیر ضرور ہوگا۔ کیونکہ اس نے غناء سے معنیٰ راگ ارادہ کیا یا دوسرے معنی۔ تقدیر اول پر کفر اُس پر لازم آئے گا۔ اگر محل تاویل میں نہ واقع ہو۔ اور تقدیر ثانی پر ابہام کفر سے چارہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اس زمانہ فسق میں متبادر غناء سے راگ ہوتا ہے۔ بہر حال وہ شخص واجب التعزیر ضرور ہوگا انتہی ص ١٦

اقول یہ فاضل معاصر کی کمال دور اندیشی ہے۔ کیونکہ جس دعوے کے وہ مرتکب ہوئے ہیں۔ وہ خود کفر تک رسائی رکھتا ہے۔ آپ کو معلوم تھا کہ کوئی اہلِ حق ضرور اس میں اٹھ کر احقاق حق ادا کر دے گا۔ مگر اس بے چارہ نے یہ بھی سوچا کہ جب احقاق حق ہو گیا تو کفر یا فسق اور وجوب التعزیر کا کون مستحق رہے گا۔ شاید یہ آپ کے کبرِ سنی کے مقتضیات ہیں۔ ورنہ یہ ضرور نہیں کہ جس مسئلہ کی تحقیق کی جائے اس کے مخالف کو کفر یا فسق سے منسوب کیا جائے۔ اب ہم اصل مدعا کو چھیڑتے ہیں۔ وجیز الصراط میں ہے جس کا ترجمہ و ملخص یہ ہے۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی نے اپنے رسالہ بوارق الالماع فی تکفیر من یحرم السماع میں لکھا ہے کہ غناء اور دف کے سماع کے انکار کرنے سے سنت کی مخالفت ہے۔ اور سنت کی مخالفت اگر بوجہ حرام جاننے اس کے ہو تو کفر ہے۔ اور اگر اعراض کی نیت سے ہو تو فسق ہے اور مسلم و بخاری میں ربیع بنتِ معوذ بن عفراء سے مروی ہے کہ ایک دن سرورِ عالم ﷺ میرے گھر تشریف لا کر میرے بستر پر بیٹھ گئے اور میرے

پاس دولڑکیاں تھیں جو دف بجاتی اور شہداء بدر کے محاسن گاتی تھیں۔ان میں سے ایک نے کہا کہ ہمارے میں نبی ہے جو کل کی باتیں جانتا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس بات کو چھوڑ دو اور جو پہلے گاتی تھیں وہی گایئے۔اس حدیث نے اس امر پر دلالت کر دی ہے کہ آنحضور ﷺ نے دف اور غناء اور اشعار کو لونڈیوں سے سنا سوائے حاجت کے۔تو مردوں سے ان کا سننا بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔جب حضور ﷺ نے ان لونڈیوں کو محاسن شہداء کے گانے کا حکم فرمایا تو یہ صیغہ امر میں یعنی قولی تھا۔اور امر کبھی وجوب اور کبھی ندب اور کبھی اباحت کے لیے ہوتا ہے۔ان کا امتیاز قرائن سے ہوتا ہے۔اب یہاں جو صیغہ امر حضور ﷺ نے فرمایا یہ بھی احتمال وجوب کا رکھتا ہے کیونکہ حضور ﷺ نے ان لونڈیوں کو بالمشافہ حکم فرمایا۔اور آپ کان دھر کر اس کے سننے کے شائق تھے ایسے امر کی مخالفت ہرگز ناجائز ہے۔جب حضور کسی سے کوئی چیز طلب فرمائیں اور اسکے جواب کے انتظار میں رہیں تو اسکا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا الھا الذین امنوا استجیبوا للہ و اللرسول اذا دعاکم لما یحییکم اور بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے گھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے اور میرے پاس دولونڈیاں واقعات بعاث کے گیت گاتیں اور دف بجاتی تھیں۔حضرت صدیق نے ان کو روکا۔حضور ﷺ جو وہیں منہ مبارک پر کپڑا اوڑھے ہوئے تھے اس کو کپڑے کو اتار کر فرمایا کہ ان کو چھوڑ دا ے ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ دن عید کا ہے۔اس حدیث کی صراحت نے اس امر کو ثابت کر دیا۔کہ غناء اور دف کا سننا اور اس کے انکار کرنے والے کو رد کرنا یہ تمام جائز ہیں قال اللہ تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ پس جس شخص نے سماع غناء و دف کو حرام کہا تو گویا اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حرام کو سنا۔اور حرام کے منع کرنے والے کو روکا۔ایسا اعتقاد بد بنیاد بالاتفاق کفر ہے۔

سوال:

اگر کہا جائے کہ یہ سماع صرف عید کے دن جائز ہے۔سوا اس کے ہرگز جائز نہیں۔کیونکہ آپ نے عید کے ساتھ مقید فرمایا۔

جواب:

یہ ہے کہ قاعدہ اصول کا ہے خصوص سبب کا عموم حکم کو روک نہیں سکتا۔ اور حبشیوں کا گانا اور دف بجانا اور کودنا مسجد نبوی میں صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اور خود سرکار دو عالم ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کندھے سے ڈھانک کر دکھانا یہ سب کچھ ثابت ہے۔ اب جو شخص سماع یا رقص کو ناجائز کہے۔ تو گویا اس نے حضور ﷺ کو مرتکب حرام ٹھہرایا۔ نعوذ بالله من ذالك اور جس کا یہ اعتقاد ہو وہ بلاشبہ کافر ہے۔

سوال:

اگر منکر اعتراض کرے کہ یہ سماع حضورِ کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ مخصوص ہے دوسروں کے واسطے جائز نہیں۔

جواب:

کہ انحضرت ﷺ شارع ہیں۔ اور شارع کے لیے کسی امر شرعی کا اخفاء جائز نہیں قال الله تعالیٰ ان الذین یکتمون ما انز لنا من البینات و الهدی من بعد مابیناه للناس فی الکتٰب او لئك یلعنهم الله و یلعنهم اللّٰعنون○ (سورۃ بقرہ) و قال تعالیٰ واذ اخذ الله میثاق الذین اوتو الکتب لتبیننه ولا تکتمونه الآیة○ (سورۃ العمران) اب اگر رقص وحضور سماع و دف کا بجانا حرام ہوتا۔ تو آپ پر اس آیت کے مقتضاء سے واجب تھا کہ اس کو بیان فرما دیتے۔ کہ یہ صرف ہمارے لیے ہے۔ دوسروں کے لیے نہیں ہے۔ جیسا کہ صوم وصال سے آپ نے لوگوں کو منع فرمایا۔ اور خود بذاتِ اقدس اس کے مرتکب رہے الاخصوصیت بیان فرمادی۔ جب حضور کریم ﷺ بذاتِ اطہر مجلس رقص وسماع غناء ودف میں شامل رہے۔ اور کسی کو اس سے منع بھی نہ فرمایا۔ تو جواز علی الاطلاق عمدہ ترین طریق سے ثابت ہو گیا۔

سوال:

اگر منکر کہے کہ رقص لعب ہے۔ اور لعب حرام ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے لا الدود منی ولا انا من الدود اور دود لعب کو کہتے ہیں۔

جواب:

اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث لعبِ حرام کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ نرد و قمار وغیرہ کیونکہ بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ میرے گھر کے دروازہ پر تشریف فرما تھے اور حبشی تیروں کے ساتھ مسجدِ نبوی میں کھیل کود رہے تھے اور میں ان کی طرف دیکھ رہی تھی جب مسجد نبوی میں حضورِ کریم ﷺ کے سامنے کھیل کود جائز ہوئی تو اس کے سوا دوسری جگہ بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔ اور جس نے کہا کہ لعب مطلقاً حرام ہے۔ تو اس نے گویا حضورِ کرم ﷺ کے حرام پر حاضر ہونے کا اعتراف کیا۔ اور جس کا یہ اعتقاد ہو وہ بالا تفاق کافر ہے۔ دربارِ نبوت ﷺ میں ایک عورت انصاریہ حاضر ہو کر عرض کرتی ہے کہ میں نے نذر مانی تھی کہ حضور ﷺ کے روبرو دف بجادوں گی۔ دربارِ عالیہ سے ارشاد ہوتا ہے کہ اپنی نذر کو پورا کر یعنی ہمارے سامنے دف بجا۔ وہ عورت حضور ﷺ کے سامنے دف بجا کر یہ شعر گاتی ہے۔

طلع البدر علینا من ثنیۃ الوداع

واجب الشکر علینا مادعیٰ اللہ الداعی

یہ گانا بجانا حضور ﷺ کے سامنے آپ کے ارشاد سے ہوا۔ اور آپ نے اس کو بذاتِ اقدس سنا۔ اب جو شخص سماع غناء و دف و رقص کو حرام کہے تو اس نے حضور کریم ﷺ کو مرتکب حرام جانا، جس کا یہ عقیدہ ہے وہ بالاتفاق کافر ہے۔ جس شخص نے سماع کو مطلقا حرام کہا۔ تو اس نے شرع میں جس چیز کی نص وارد نہ تھی اس کو حرام کہا۔ کیونکہ نہ کتاب اللہ میں اس کی حرمت وارد ہے اور نہ حدیث شریف میں۔ اور جو چیز شریعت میں حرام نہ ہو اس کو حرام کہنا افتراء علی اللہ ہے اور بالاجماع کفر ہے اور نیز عوام کا سماع اور رقص حبشیوں کے رقص کے مشابہ ہے۔ جو حضورِ کریم ﷺ کے

سامنے ہوا تھا۔جس کی اباحت میں کوئی خلاف نہیں۔اور نہ ہی عوام کے رقص وسماع میں خلاف ہے ۔بلکہ ان کے حرکات وسکنات وبوقت سماع ان کی حرکات کے مشابہ ہوں گے جو بساطین اور باغوں میں ہوا کرتے ہیں۔جن کی اباحت میں کوئی شک نہیں ویسے یہ بھی۔اور حدیث شریف میں آیا ہے من تشبہ بقوم فھومنھم اور صاحبان حق مثل بعض صحابہ واولیاء اللہ مثل جنید رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ نے سماع میں حرکات کیں جیسا کہ ان سے منقول ہے اب اگر عامی سماع میں ان کی مشابہت کے لئے حرکت کرے اور ان کی برکت حاصل کرنے کے واسطے تو یہ بھی انہیں سے ہوگا۔حدیث شریف میں آیا ہے۔ ھؤلاء القوم لا یشقی جلیسھم نیز جو شخص رقص وسماع غناء ودف کا منکر ہو وہ اللہ تعالیٰ کا محارب ہے۔یعنی خدا تعالیٰ سے لڑنے والا ہے۔اور اللہ تعالیٰ سے محاربہ کرنا بالاتفاق کفر ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے من عادی لی ولیّا فقد بارزنی فی المحاربۃ اور اولیاء اللہ کا ہونا امتِ محمدیہ میں یقینی ہے۔اس میں کسی کو انکار نہیں اور تمام روئے زمین کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جنید بغدادی وشبلی ومعروف کرخی وعبداللہ بن شفیق وغیرہ اولیاء اللہ ہیں۔اور ان کا سماع میں رقص و وجد منقول ومعروف ہے پس جس نے سماع ورقص کو علی الاطلاق حرام کہہ دیا یا تو گویا اس نے ان اولیاء اللہ کو مرتکب حرام ٹھہرایا۔اور جو شخص اولیاء اللہ کو مرتکب حرام کہے تو اس نے ان سے عداوت کی۔اور جس نے اولیاء اللہ سے عداوت کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محاربہ کیا۔اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محاربہ کیا۔وہ بلا تفاق کافر ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق۔ان تقاریر اور دلائل اور احادیث سے ثابت ہوا کہ سماع مطلقاً مباح ہے۔اور اس کا منکر یا تو کافر ہے یا فاسق۔اور یہ سماع مریدین کے حق میں تاکیدی مستحب ہے۔ اور اولیاء اللہ کے لیے واجب بالنسبۃ الی مقاماتھم ۔کیونکہ یہ لوگ ماسوئے اللہ سے اعراض کرنیوالے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ان کے حق میں ہے یریدون وجھہ انتھی ترجمہ کلام الغزالی وخیر الصراط۔لیجئے فاضل معاصر نے تحریم سماع علی الاخلاق میں نہایت جانفشانی وسرتوڑ کوشش کی اور پھر محللین پر حکم کفر یا فسق جاری کر کے وجوب التعزیر کی بھی ڈگری دے دی۔

لیکن امام غزالی نے انہیں کے کفر کو مع اضعاف مضاعفہ کے مثل تیغ ہندو بر گردن ہندو انہیں کے سر پر رکھ دیا۔ افسوس اس کج فہمی نے آپ کو دھوکہ دیا ہے۔

وہ چہ فرخندہ شبے باشد وخرم روزے

کہ بفہم تو درآید کہ سماع است حلال

قال و فی الذخیرة ان التغنی مع جمیع انواعه حرام عندنا

اقول اولاً شیخ عبدالحق دہلوی نے مدارج النبوت میں کہا ہے کہ صاحب ذخیرہ از حنفیہ نقل کردہ است از بعض حنفیہ کہ لا باس بہ فی الاعراس وبعضے گفتہ لا باس بہ دراعیاد وسائر اوقات سرور مباحہ واختیار کردہ است آن را از علماء متقین شیخ الاسلام ابومحمد بن عبدالسلام وصاحب وے شیخ محمد بن دقیق العید انتہی ۔ اب ان دونوں عبارتوں میں تطبیق اسطرح ہے کہ تغنی سے وہی مراد ہے جو شرعاً مذموم ہے جو وہ بتمام انواعہ حرام ہے نہ مطلق ثانیاً اگر اس عبارت کو اپنے عموم پر رکھ کر جمیع انواع غناء حرام سمجھے جائیں تو یہ بالکل کذب ہے۔ کیونکہ بعض انواع غناء کو تو ہادیان اسلام نے بھی سنا اس کو حرام کہنا چھوٹا منہ بڑی بات کا مصداق بنتا ہے اب ہم کہتے ہیں کہ بعض الغناء سمعه النبی ﷺ و اصحابه و ائمة المسلمین فکلما سمعه النبی صلی الله علیه وسلم و اصحابه و ائمة المسلمین فهو حلال طیب ینتج ان بعض الغناء حلال طیب اما الصغری فلما مر تحقیقه. بالا حادیث الصحیحة والا قاویل ا الصریحةواما الکبری فلهدایة الاسلام فثبت من هذا البرهان البین الانتاج ان القول بحرمة جمع انواع الغناء کذب و لغو،الا ان یفرق بین التغنی و الغنا ء فان الاول فعل و الثانی انفعال و تعمیم الاول لا یستلزم تعمیم الثانی کما لا یخفی علیٰ من دق النظر فالحاصل ان هذه العبادة بسیاقها لا یفید المجیب و الله اعلم۔

قال و ایضاً فی فتاوی النسائی استماع صوت الملاهی و الغناء خرام

اقول قد مر تفصیل الملاهی و الغنا غیر مرة فلا نعیده

قال و ایضاً فیہ و قول محمد اللعب و الغناء دلیل علی ان التحریم لا یختص بالمزامیر لا ن الضرب بالقصب و التغنی معہ حرام لان ذالک لھو

اقول اس عبارت کا مفاد بھی حرمت غناء ومزامیر جو بغرض لہو ولعب کے ہوں ہے۔ نہ علی الاطلاق جیسا کہ فاضل معاصر نے سمجھا قال و اللھو کلہ حرام الا ثلثۃ ملا عبۃ الرجل مع اھلہ او تأدیبہ بفرسہ او منا صلتہ بقوسہ و ھذانقل من فتاویٰ العتابی اقول حدیث شریف میں بطال مقام حرام کے ہے۔اس سے حرمت سماع کی ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ باطل کا معنی بے سود ہے۔ والا جمیع ملاعبات مسوائے ہرسہ مذکورہ کے حرام ہوں۔مثلاً حیوانات وطیور ومیوہ جات کے ساتھ بھی کھیلنا حرام ہو۔حالانکہ انکی ملاعبت کی حرمت کا کوئی قائل نہیں ہے جیسا کہ کتب فقہ میں موجود ہے۔اورحدیث شریف میں ہے کہ انس بن مالک کا چھوٹا بھائی بلبلوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ایک دن آپ نے اس کوفرمایا یا ان عمیر ما فعل النعیر علاوہ یہ کہ اگر غنابغرض لہوہو۔ تواس کی حرمت میں ہمارا بھی اتفاق ہے۔

قال و ایضاً فیہ و فی المضمرات و فی المنافع اعلم انّ التغنی حرام فی جمیع الا دیان

اقول ادیان سے فاضل مجیب نے کیا سمجھا۔اگر جمیع ادیان سالفہ وموجودہ مراد ہیں جن میں امم سابقہ بھی داخل ہیں تو یہ صریح خلاف واقعہ ہے۔ کیونکہ ادیان سابقہ میں اس کی حرمت کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ بلکہ بعض پیغمبروں کا یہی معجزہ تھا۔اوراگراسی امت مرحومہ کے ادیان مراد ہیں۔ عام ازیں کہ امت اجابت ہو یادعوت تاہم صحیح نہیں کیونکہ بعض افرادامت اجابت میں یہ عبادت ہے۔اوراگرصرف امت اجابت کے افرادمراد ہیں۔توچونکہ بعض غناء کو جناب سید الکونین ﷺ و سلف صالحین نے سنا ہے۔لہذا پھربھی صاف سچ نہیں ہے۔ پھرحال جناب اس عبارت کا سیاق و سباق دیکھ کرخوب سوچ کر جواب دیں۔ اگر جناب راستی پر چلتے اور سنگین دعوے نہ کر بیٹھتے تو اس معمہ میں نہ پھنستے۔

راستی موجب رضائے خدااست
کس ندیدم کہ گم شد ازرہِ راست

قال و ایضاً فیه الضرب فی القضیب و التغنی حرام لا نه لهو و لعب

اقول ہاں جب بغرض لہوولعب ہو۔

قال و فی مدخل ابن الحاج قد سئل مالك عما رخص فیه اهل المدینة من الغناء فقال انما یفعله عندنا الفساق و نهیٰ عن الغناء واستماعه اقول ہاں بشرطیکہ بغرض لہوولعب ہو۔ والالا۔ کیونکہ خودامام مالک سے منقول ہے السماع لا یتکره الا الجاهل کما مر و هذا سماع حق لاینا سب انکاره۔

قال واما ابو حنیفه فانه یکره الغناء و یجعله من الذنوب و کل ذالك مذهب اهل الکوفة سفیان و حماد و ابراهیم و الشعبی لا اختلاف بینهم فی ذالك ولا نعلم ایضاً من اهل البصرة خلافاً فی کراهته ذالك و المنع منه

اقول امام اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا سماع کے بارہ میں قول وفعل پہلے مذکور ہوا۔ اور باقی علماء کے اقاویل کے معانی بھی پہلے مذکور ہوئے۔ یعنی جو سماع مقترن فحش ومنکرات ہو۔ وہی کراہت یاممانعت کا مستحق ہوگا۔

قال واما الشافعی قال فی کتاب القضاء الغناء لهو مکروه یشبه الباطل

اقول اس عبارت کی تاویل پہلے مذکور ہوئی۔ اعادہ کی حاجت نہیں۔

قال و فی الدر المنتقی شرح الملتقی فی البحر و امذهت حرمته مطلقا فانقطع الا ختلاف

اقول بلکہ مذہب تفصیل ہے جیسا کہ شیخین کے قول وفعل سے ثابت ہے۔

قال بل ظاهر الهدایة انه کبیرة ولو لنفسه وهو قول شیخ الاسلام و کذالسا معه و حاضره انتهی ملخصاً اقول ذراشروح ہدایہ مثلاً فتح القدیر، کفایہ، عنایہ، نہایہ، بنایہ اور درالمختار

ردالمختار طحطاوی اور بحرالرائق نہرالفائق وغیرہ اور فتاویٰ عالمگیریہ قاضی خان والوالجیتہ وغیرہ کتب فقہ کو تو دیکھو وہ تو بوقت تنہائی دفع وحشت کے لیے جائز بلا کراہت لکھتے ہیں۔

بلکہ شمس الائمہ سرخسی کا تو یہی مشرب ہے۔

قال و فی النهاية التغنی والتصفيق والطنبور و البر بط و الدف وما اشبه ذالك حرام و معصيبته .

اقول اس عبارت نے تو دف کو جناب کے نزدیک رخصت اور مباح تھی حرام کردیا۔تو اپنی مخلصی کے واسطے جناب بھی کوئی صورت سوچیں گے۔ جو ہمیں بھی غالباً مفید ہوگی۔فما ھو جو ابکم ھو جو ابنا و باللہ التوفیق

تاندانی کہ سخن عین صوابست مگو
آنچہ دانی کہ نہ نیکوش جوابست مگو

قال خلاصہ کلام یہ ہے کہ آیت وحدیث اور مذہب جمہور علماء متوافق ہیں تحریم غنا و معازف ہیں۔

اقول ع دروغے را کجا باشد فروغے۔جعلی مقدمات سے اپنا مدعا ثابت کرنا جناب ہی کا کام ہے۔ ذرا نیاز مند تھوڑے اس عرض کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ جناب کے مشرب میں سماع تو علی الطلاق حرام ہے کیا جھوٹ حلال ہے۔

ریا حلال شمارند و جام بادہ حرام
زہے طریقت ملت زہی مذاہب کیش

آیت اور حدیث اور اقوال فقہا و تو غنا اور معازف کو علی الاطلاق حرام نہیں کہتے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔نامعلوم جناب نے ان سے کیا معنی سمجھے جس پر وہ ناز کرتے ہیں۔

قال فرق آیت اور حدیث میں اس قدر ہے کہ آیت محرم غنا صراحتہً ہے۔اور محرم معازف دلالتہً۔اور حدیث برعکس اس کے محرم ہے۔

اقول سبحان اللہ ماشاء اللہ اب فاضل مجیب اپنی علمیت کے کرشمے دکھانے پر اترے ہیں۔ جناب نے صراحت کو دلالت کا مقابل بنا کر اپنے مدعا کا اثبات کر دیا لیکن یہ بھی نہ سوچا کہ صراحت اور دلالت کا آپس میں تقابل کیسا ہے۔ اگر بجائے صراحت کے عبارت کہہ دیتے تو البتہ اس خدشہ سے بچ جاتے اچھا جو کچھ ہوا ہو۔ یہ تو معلوم ہو گیا کہ جناب بھی اصول کے ماہرین سے ہیں اللھم الا ان یراد من الصراحة والدلالة معناهما اللغوی لا العرفی اس صورت میں البتہ اعتراض سے تو بچ جائیں گے۔ مگر ان کے مدعا کے اثبات میں نقص آجائے گا۔ کیونکہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہر ایک لفظ اپنے مفہوم پر دلالت کرتا ہے عام ازیں کہ مطابقی ہو یا تضمنی یا التزامی نہ کسی مغار پر مثلاً جاء زید سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسکا گھوڑا بھی آیا ہو جہاں تک راکباً نہ کہا جاوے۔ تو جس عبارت کا مفاد حرمت غنا ہے وہ حرمت مزامیر پر کب دلالت کر سکتی ہے۔ اور جس کا معنی حرمت مزامیر ہے وہ حرمتِ غنا پر دلالت کرنے سے قاصر ہے۔

قال اور مذاہب و اعمال کے جمہور کے مصرح دونوں کی حرمت کے اور سوید دونوں دلالتوں کے واقع ہوئے ہیں۔

اقول جس غنا اور مزامیر کو آیت حدیث و مذاہب و اعمال جمہور علماء حرام بتاتے تھیں۔ وہ جناب کا مدعا نہیں اور جو جناب کا مدعا ہے اس کو حرام نہیں بتاتے فبینهما بعد المشرقین کما مر تفصیله فیما مر مرادا

اس سادگی پر کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار ہی نہیں

قال غرض کہ حرمت غناء و معازف کی درجہ قطعیت کو پہنچی ہوئی ہے۔

اقول ہاں مگر نہ علی الاطلاق بلکہ وہ غناء اور معازف جو شرعاً مذموم ہیں۔

قال مگر قطعیت اس کی چونکہ نظری ہے بملاحظہ قواعد شرعیہ اور تواتر عملی کے ثابت ہوتی ہے بدیہی نہیں کہ مطابقہ اور بسبب تواتر نقلی کے ثابت ہو۔

اقول جو جناب کا مدعا ہے یعنی حرمت غناء ومعازف علی الاطلاق قطعی کو بجائے خود ظنی بھی نہیں اور نہ اس کے ثبوت میں کوئی قوائد شرعیہ ناطق۔

قال لہذا منکر اس حرمت کا کافر نہ ہوگا۔

اقول

ہے وہ غرور حسن سے بیگانہ وفا
ہر چند اس کے پاس دل حق شناس ہے

قال البتہ فاسق اعلیٰ درجہ کا ہوگا

اقول

زخم بر زخم مت لگا اے شوخ
میں تری اس بدی سے در گذرا

اس حرمت اعلیٰ الاطلاق کا منکر نہ کافر ہے نہ فاسق۔ بلکہ اس حرمت کا قائل کافر ہے جیسا کہ امام غزالی نے اپنے رسالہ بوارق الالماع فی تکفیر من یحرم السماع میں خوب تحقیق سے تصریح فرمائی ہے۔ دیکھے خدا جس کا جی چاہے۔

قال اور جس نے کفر کا حکم دیا یا تو تہدیداً کیا یا احکام قطعیہ نظریہ وبدیہیہ میں فرق نہ کرنے کے سبب سے کیا۔

اقول جس نے کفر کا حکم دیا یا فسق کا دونوں اس غلطی میں یکساں ہیں۔

قال بہر حال حکم اس کا تحقیقی نہیں ہے کہ آثار اس کے اس پر مرتب ہوں اقول اچھا ہوا کہ جناب نے اپنے دلائل کو غیر تحقیقی یعنی جعلی قرار دیا ہے۔

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشت خاک ماہم برباد دادہ باشی

قال و مخالفت محللین کی کسی طرح مضر نہیں۔ کیونکہ مداران کی مخالفت کا امور عدیدہ پر ہے۔

جوکہ خارج از قواعد شرعیہ ہیں۔

اقول جب محرمین سے کوئی دلیل قوی حرمت سماع علی الاطلاق پر قائم نہ ہوسکی۔تو محللین کو دلائل کے قائم کرنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ کیونکہ جس چیز کی حرمت ثابت نہ ہوتو حنفیہ کے نزدیک چونکہ اصل الاشیاء اباحت ہے۔لہذا اپنے اصل پر محمول ہوکر مباح ہوگا۔ محللین کا مدار انہی دلائل پر ہے۔

قال اول یہ احادیث اور ارتکابات صحابہ وغیرہ سے حلت غنا کی ثابت کرتے ہین۔اور اس پر اجماع کو منعقد کرتے ہیں۔ حالانکہ غنا محاورہ عرب میں چند معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔رفع صوت۔نصب۔حداء راگ۔اور مقامات استعمال لفظ غناء میں کوئی قرینہ ایسا نہیں کہ جس سے تعیین رابع کی ہو۔ بلکہ کثرت وقوع رفعِ صورت ونصب وحدا کا قرن اولیٰ مین فیما بین اہلِ اسلام کے مرجع ہوگا۔ حمل غنا کو ماسوائے راگ پر کیونکہ شہرت معنی کی مرجح ہوتی ہے حمل لفظ کو اسی معنی پر جب تک کہ کوئی قرینہ صارفہ نہ قائم کیا جائے۔پس محللین کی حجج سے ثبوت حلت ماسوائے راگ کا ہوگا جو متنازعہ نہیں۔اور جو متنازعہ فیہ ہے۔وہ ہرگز ثابت نہیں۔

اقول سعدی کا فرمان ہے

یا سخن آرائے چو مردم بہوش
یا بنشیں ہمچو بہائم خموش

جناب من۔آیت لہو الحدیث کی تفسیر میں جو بعض صحابہ سے قرن اول میں لفظ غنا کا صادر ہوتا ہے۔جس پر جناب بڑے زور سے ناز کر کرفنا ہوگئے ہیں اس کا معنی بھی راگ نہیں ہونا چاہیے۔بلکہ دوسرے معانی میں سے جو کہ مشہور ہیں کوئی معنی مراد ہو۔علی ہذا القیاس بعض احادیث یا آثا رہیں سو شاید اس سے بھی مراد راگ نہ ہو۔ یا کلام فقہائے متقدمین جو غنا کی حرمت کے روایات میں آئی ہیں ان سے مراد بھی راگ نہ ہو۔پھر تو فیصلہ ہوگیا۔کہ نہ کوئی نص راگ کی حرمت اور نہ اباحت پر۔تاہم جناب کو خسارہ کیونکہ ایسے وقت میں اصل اشیاء کو مدِ نظر رکھ کر اباحت ثابت ہو

جائے گی۔جس سے جناب کا مطلب کافور و مدعا مفرور ہو جائے گا۔

کبوتر یکہ دگر آشیاں نخواہد دید

قضا ہمے بردش بسوئے دانۂ دوام

اگر جناب وہاں قرینہ صارفہ نکال لیں۔تو ہم بھی ان احادیث محللہ یا اجماع منعقدہ یا اقوال سلف یا اعمال قدماء میں کوئی نہ کوئی قرینہ صارفہ تلاش کر کے ہدیہ مزاج عالی کر دیں گے۔ نہایت تعجب ہے کہ جو لفظ ادلہ محرمہ میں وارد ہو۔وہ تو بمعنی راگ ہی ہے۔وہاں قرینہ کی ضرورت ہی نہیں۔اور اگر وہی لفظ ادلا محللہ میں آجائے تو راگ کے سواء کسی دوسرے معنیٰ پر محمول ہو جاتا ہے۔

ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

قال یہ کہ احادیث سے حلت دف کی ظاہر کر کے معازف کو اس پر قیاس کرتے ہیں۔ حالانکہ حلت دف کی رخصۃً مقام ضرورت میں بعض انہیں احادیث سے ثابت ہے۔

اقول ع سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست۔جناب من! حلت معازف کو دف کی حلت پر اولاتو قیاس کرنے کی ضرورت کیا ہے جب یہ ثابت ہو گیا۔کہ جملہ معازف فی نفسہا مباح ہیں۔ان کی ذات میں نہ کوئی حرمت نہ قباحت۔الا بوجہ عوارض مذمومہ ملحقہ کے کبھی حرمت آجاتی ہے۔جیسا کہ مباحث سابقہ عوارض مذمومہ ملحقہ کے کبھی حرمت آجاتی ہے۔جیسا کہ مباحث سابقہ میں اس کی تفصیل گذری۔ثانیاً اگر قیاس کیا بھی جائے۔تو یہ قیاس صحیح ہے۔جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

قال اور امر ضروری مقدر بقدر ضرورت ہوا کرتا ہے۔

اقول،سوائے ان مزامیر کے جو مجالس فسق میں سجائے جائیں۔دیگر کل اپنی اباحت اصلیہ پر ہوں گے۔ان پر حرمت آئی ہی نہیں۔پھر ضرورت کیسی۔اور مقدر بقدر ضرورت کہاں کا؟

قال لہذا دف ہی کی حلت عموماً ثابت نہیں ہوتی۔چہ جاء اور معازف کی حلت

اقول دف کی حرمت کی کوئی بھی وجہ معلوم نہیں ہوتی عموم کیا اور خصوص کیا۔ہاں اگر مجلس

فساق میں بجائی جائے تو بعوارض ذمیمہ حرام ہو جائے گی۔ اس میں سب مزامیر داخل ہیں دف کی کوئی خصوصیت نہیں۔

قال اور برتقدیر دف کے عموم حلت کے بھی قیاس صحیح نہیں۔ کیونکہ مطرب کا قیاس غیر مطرب پر مع الفارق ہے۔

اقول اولاً آلات مطربہ کا قیاس عود پر مشہرہ کا قیاس دف پر جیسا کہ پہلے مذکور ہو ثانیاً مطرب و غیر مطرب کے فرق کا خیال وہ شخص کرتا ہے۔ جس کو حظ روحانی نہیں اور جس کو اس درد کا احساس ہے۔ اس کو اس بات سے کیا غرض

نہ یم داند آشفتہ خاطر نہ زیر

بہ آواز دولاب گرید فقیر

درخت سبزد اند قدر باراں

تو چوبی قدر باراں راچہ دانی

قال ثالث یہ کہ باوجود دعوے کثرت احادیث تحریم معازف کے تصنیف ہر حدیث کی کر کے کسی کو قابلِ احتجاج نہیں سمجھتے۔ حالانکہ کثرت احادیث کا اتفاق کسی حکم پر دلالت کرتا ہے وجود اصل پر اس حکم کے۔ پھر یہ احادیث بھی واقع میں کل ضعیف نہیں بلکہ صحیح اور بعض حسن اور اکثر ضعیف ہیں۔ اور ضعیف بھی کل ایسی نہیں کہ جن کا تعدد طرق درجہ حسن کہ نہ پہنچادے۔ علاوہ اس کے غیر صحیح کا سب قوت ہوتی ہیں صحیح سے۔ پھر جب ان سبھوں کی قبولی کے ساتھ ہر عصر میں تلقی جمہور علماء کی بطور تواتر متعلق ہوگئی۔ اور تعامل ان کا حسبِ مقتضی ان کے علی التواتر ہوگیا۔ تو یہ احادیث سب کی سب درجہ قوت میں حد قطعیت کو پہنچ جائے گی۔ کیونکہ اس جگہ کوئی معارض قوی ایسا نہیں کہ جو مانع قطعیت کو پہنچ جاؤں گی۔ کیونکہ اس جگہ کوئی معارض قوی ایسا نہیں کہ جو مانع قطعیت ہو۔

اقول:

ہر کہ تامل نکند در جواب
بیشتر آید سخنش تا صواب

جنابِ من! احادیث کی تضعیف کی ضرورت تب پیش آئی۔ جب انکا محمل صحیح نظر نہ آتا۔ مگر چونکہ ہر ایک حدیث کا محمل صحیح موجود ہے۔ جس سے محللین کے مدعا کی صریحاً تائید اور محرمین کے ادعاء کی تردید ہے۔ پھر تصنیف کی ضرورت کون سی۔ ہاں نقادفن نے جو جو موشگافیاں کی ہیں وہ کسی کے کہنے سے نہیں۔ بلکہ یہ ان کا اپنا فرض منصبی تھا۔ جس سے وہ سبکدوش ہوئے ہیں۔ اور خود جناب جو اکثر احادیث محرمہ کو ضعیف کہے جاتے ہیں۔ بتایئے اس میں ہمارا کیا قصور؟

قال رابع یہ کہ بعض اور بعض اکابر علماء سے اختیار بعض معازف کو اور حضور مجلس غناء مع المز مار کو نقل کر کے تقویت اپنے دعوے کی کرتے ہیں حال آنکہ اس قسمکے وقائع حالیہ بسبب تطرق احتمالات کے مقابل میں ان احادیث متلقی بالقبول کے تقویت ان سے کیسی قابل اعتبار بھی نہیں ہوتی۔

اقول صحابہ و تابعین و اکابر علماء دین و فقہاء مجتہدین کے عملدرامد اول دلیل اباحت سماع ہے۔ ان کے افعال بحثیت مقتداء ہونے کے ہمارے اسوۂ حسنہ ہیں۔ احادیث کے معانی و موارد ان کو بخوبی معلوم ہونے کی وجہ سے ان کے افعال خلاف مامور بہ پر حمل نہیں کیے جاسکیں گے۔ اصحابی کا لنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم کا اسی طرف اشارہ ہے۔ علاوہ اس کے تطرق احتمالات تو احادیث قولیہ سے بھی رکتا۔ پھر کیا وہ بھی قابل عمل نہیں۔

قال علاوہ اس کے اگر نقل ان کی درجہ وثوق کو پہنچے تو مقابل میں ان احادیث کے شاذ ٹھہریں گے اور شاذ اقسام مردود کے ہے۔

اقول:

نہ بیند مدعی جز کویشتن را
کہ دارد پردۂ پندار در پیش

جناب تو خواب کی باتیں کرر ہے ہیں۔ ذرا ہوش میں آ کر باتیں کریے۔ شاذ اس حدیث کا نام ہے جس کو فرد واحد برخلاف جماعت کثیرہ سے روایت کرے۔ یہاں تو جماعت کثیرہ صحابہ کرام، تابعین، ائمہ مجتہدین واساتذہ محدثین اس عمل میں شریک ہیں۔ بلکہ خود سیّد المرسلین ﷺ نے بھی شرف اشتراک بخشا۔ جو کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ جن کی صحت کو خود جناب نے بھی تسلیم کرلیا ہے۔ اب بتائیے کہ شاذ کون ہوئے۔ ادلہ محللہ یا محرمہ اس میں مَیں کچھ نہیں کرسکتا۔ اگر ذرہ بھر بھی انصاف اور حق پرستی ہے تو خود فیصلہ کرلیں۔

قال خامس یہ کہ اقوال محرمہ کے بعض کلمات کو ایسے معانی پر محمول کرتے ہیں جس سے سیاق وسباق ومحل وغیرہ ابا کرتا ہے۔

اقول

دکھاتا یوں وہ اپنی چال کے اطوار پھرتی ہیں
بہادر جنگ میں جیسے لیے تلوار پھرتے ہیں

جناب من! اگر اس چال میں کوئی قباحت ہے۔ تو اس میں جناب کا نمبر اول ہے۔ نظائر تو اس کے بہت ہیں۔ مگر بطور نمونہ صرف ایک تطیر ضیافت مزاج عالی کی جاتی ہے۔ غناء کا لفظ جب ادلہ محللین میں آئے تو اس کا معنیٰ راگ ہرگز نہیں۔ بلکہ حدا یا رفع صوت یا نصب ہے۔ اور جب یہی لفظ جناب کے استدلال میں آئے۔ تو اس کا معنیٰ راگ ہی ہے نہ غیر۔ اب بتائیے کہ ایسی چالبازی کسی کے امکان میں ہے۔

قال سادس یہ کہ اقوال وافعال حضرات اکابر ارباب باطن قدس الاسراء ہم کو مؤید حلت گردانتے ہیں۔ حالانکہ ان سے تائید کسی طرح صحیح نہیں ہوتی۔ اس وجہ سے کہ افعال ان حضرات کے دو حال سے خالی نہیں۔ یا حالت اضطرار ہیں۔ اور بسبب شدت ضرورت دفع مرض تکاسل

کے صدور پاتے ہیں۔ تقدیر اول پر حلت ان کی مثل اور محرمات کے بطریق رخصت شرعیہ کے ہوگی۔ نہ عزیمت شرعیہ کے۔ یہاں تک کہ تائید صحیح ہو۔ اور تقدیر ثانی پر حرمت ان افعال سے مختلف نہیں ہوتی۔ حالانکہ منافع کثیرہ مثل مسرت وقوت وشجاعت وغیرہ کے اس پر مرتب ہوتے ہیں۔

اقول

نہ در ہر سخن مبحث کرذن رد است
خطا بر بزرگاں گرفتن خطاست

حضرات اکابر ارباب باطن جن کا دوسرا نام اولیاء اللہ ہے۔ چونکہ اخص خواص عباد اللہ اور مقتدایان امت محمدیہ ہیں۔ اگر ان کے اقوال وافعال مؤید اور سند نہیں ہو سکتے۔ تو کیا عوام کالانعام کے افعال واقوال سند بنائیں گے۔ جناب من! اگر جہان میں کسی کا قول وفعل حل وحرمت میں موئد یا سند بن سکتا ہے تو یہی لوگ ہیں۔ جن کے نفوس مقدسہ محبت الٰہی میں ایسے محو ہیں کہ سوا رضا محبوب حقیقی کے نہ چلتے ہیں نہ پھرتے ہیں نہ اٹھتے ہیں نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ ان کے افعال و اقوال ان کے حرکات وسکنات گویا عین شرع ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں

ہر چہ گیرد علتی علت شود
کفر گیرد کاملے ملت شود

قولہ تقدیر اول پر آہ یہ تقریر جناب کی تب قابلِ تسلیم ہوتی۔ جب سماع کی حرمت ثابت ہوجاتی۔ چونکہ اب تک یہ دعوے ثبوت طلب ہے۔ تو اضطرار وشدت ضرورت پر حمل کرنا جناب کے من کے لڈو ہیں۔ **قولہ** اور تقدیر ثانی پر آہ یہ تقریر سراسر تزویر ہے۔ اول تو اولیاء کرام کے افعال و معمولات کو حرام قرار دینا چھوٹا منہ بری بات کا مصداق بننا ہے۔ اولیاء اللہ کو تو صغائر کے ارتکاب سے بھی محترز رہنا ضروری ہے۔ چہ جائے کبائر ومحرمات قطعیہ بلکہ **حسنات الابرار سیئات المقربین** قاعدہ مسلمتہ الکل ہے۔

من نگویم کہ و چہ گفتی و چہ کن
کہ تو خود دانی اگر زیرک و عاقل باشی

دوئم ان اکابر کی اقتداء تو موجب فلاح دارین ہے۔ حضرت امام غزالی رسالہ هوامق الالماع فی تکفیر من یحرم السماع میں لکھتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص خواہ عامی بھی ہو۔ اقتداء سلف صالحین میں سماع کی حالت میں وجد اور رقص کرے۔ تو یہ بھی انہیں سے محسوب ہوگا۔ بحکم من تشبیہ بقوم فھو منھم الحدیث قال لیکن ان حضرات کو چونکہ تقرب خاص حق تعالیٰ سے ہے۔ اور بحر محبت الہیٰ میں غرق ہو رہے ہیں۔ لہذا عدم تخلف حرمت کا حق میں ان کے ضرر پہنچا نہیں سکتا۔ جیسے چند قطرات نجاست آب دہ دردہ کو نجس نہیں بنا سکتے۔

اقول

اے نازنیں پسر چہ تو مذہب گرفتہٗ
کت خون دیں حلال از شیرِ مادراست

جنابِ من! اگر خواص کو حرام کا ارتکاب ضرر نہیں دیتا۔ تو پھر عوام کو کیا ضرر دے گا

ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

انبیاء کرام علیہم اسلام جن سے کوئی لغزش ہوئی۔ وہ تو اس سے قیامت تک ہراساں و لرزاں ہیں اور اولیاء کرام جو ان کے مناصب سے ہزاروں درجہ کم ہیں۔ یہ ہر روز بلکہ ہر ایک دن میں کئی دفعہ حرام قطعی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور اس کو ہمیشہ کے لیے اپنا دستور العمل بنا رکھیں۔ اور ان کا دہ دردہ ویسا پاک کا پاک رہے۔ کیا ان کا دَہ دردَہ انبیاء کے دَہ دردَہ سے زیادہ ہے۔ افسوس ایسی ردی تاویلوں سے اپنا مدعا ثابت کرتے ہیں۔ جو نادان سے نادان لڑکے بھی اس کردار کو موجب عار جانتے ہیں۔

بر بساط نکتہ داناں خود فروشی شرط نیست
یا سخن دانستہ گوا ے مردِ عاقل یا خموش

قال اوراسی عدم ضرر کی وجہ سے امر حرام بہتوں پر مشتبہ بہ حلال ہو گیا۔

اقول عدم ضرر سے کیا مراد ہے۔ دینی یا دینوی۔ اگر دینی مراد ہے۔ تو غلط کیونکہ حرام قطعی کے اصرار سے تو حصہ دین کا جاتا رہتا ہے۔ اور اگر دینوی مراد ہے تو وہ خارج از بحث ہے۔ خلاصہ یہ کہ حرام کا ارتکاب دینی ضرر تو ضرر پہنچا دیتا ہے۔ جب اکابرِ دین باوجود استماع غناء و مزامیر اپنے دینی منصب سے نہیں گرتے۔ بلکہ روز افزوں ترقی پر رہتے ہیں۔ تو یقین ہوا کہ سماع حرام ہر گز نہیں ہے۔ بلکہ معراج الکمال ہے۔

قال پھر تشقیق اسی تقدیر پر ہے۔ کہ جب غناء اور اصوات معازف اس عالم شہود میں ان حضرات کو مصور بصور شہودیہ ہو کر مسموع ہوں۔ ورنہ اگر عالمِ غیب میں مصور امثال اذکار ہو کر مسموع ہوں گے۔ تو سراسر حلت کا حکم دیا جائے گا۔ اور رائحہ حرمت کا شائبہ بھی پایا نہیں جائے گا۔ لیکن حکم حرمت کا اس عالم شہود میں ان اصوات پر باعتبار انہیں صور شہودیہ کے ہوا ہے۔ نہ اور قسم کے صور کے۔ لہذا ان کی حرمت سے تائید ان صور شہودیہ کی حلت پر صحیح نہ ہوگی۔

اقول اگر عالم مثالی میں ارتکاب حرام قطعی کا مستوجب عذاب الٰہی نہیں۔ تو صرف غناء کا کیا نام۔ بلکہ دوسرے محرمات بھی اس قاعدہ میں آسکتے ہیں۔ تو اس صورت میں جملہ خواص مرفوع القلم ہو گئے۔ کیونکہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ فعل ان سے عالم مثال ہوا ہے۔ نہ شہودی میں۔ پھر خوف کیا۔ اور زلزلہ کہاں کا۔

قال ہر گاہ کہ افعال ان حضرات کے باختلاف اعتبارات مختلف الاحکام ہوئے۔ اور کسی سے تائید نہ ہوئی۔ تو اقوال بھی ان حضرات کے مطابق ان کے احوال کے ہوں گے۔ موئد مدعا ہر گز نہ ہوں گے۔

اقول اولیاء اللہ کے افعال و اقوال حرکات و سکنات اہلِ اسلام کے لیے اعلیٰ درجہ کی سند ہیں ان کا اقتداء و اتباع ہر امر میں موجب نجات و فلاح دارین ہے۔ جو چیز ان پر حلال ہے۔ وہ تمام اہلِ اسلام پر حلال طیب ہے۔ جب ان کے دم قدم سوائے حکم حاکم حقیقی کے نہیں چلتے۔ جیسا کہ

مولانا روم فرماتے ہیں۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

تو ان کے افعال و اقوال کس وجہ سے موید و سند نہیں ہو سکتے۔ حضرت خواجہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

گرت ہواست کہ چوں جم بتر غیب رسی

بیاؤ ہمدمِ جامِ جہاں نما ے باش

قال سابع یہ کہ اثبات کراہت یا حرمت میں ان ملاہی کی نسبت جب فساق کی طرف مثلاً کی جاتی ہے۔ تو وصف عنوانی فسق اور سببیّت و مسببیّت سے اس کے اغماض کر کے امور محللہ کو اس نسبت میں شریک کر کے حکم تساوی کا دیتے ہیں۔

اقول تساوی کب اور کس سے جناب نے سنی ہے۔ فساق اور صلحاء کا فرق تو ہر ایک محلل کے مدِ نظر شروع بحث اخیر تک رہتا ہے۔ یہ تو جناب کی چال ہے۔ کہ جو سماع مجالس فساق بوجہ ان کے فسق کے حرام ہو۔ اس کو عام صلحاء و فساق پر بالتساوی حرمت کا حکم لگا دیتے ہیں۔ اپنا گناہ دوسروں کے سر پر تھوپ دینا کیسی چالبازی ہے۔

قال ثامن یہ کہ تحلیل بعض معازف میں بعض اکابر علماء کے قول کو نقل کر کے سکوت کرتے ہیں۔ اور ان کے قول محرم کو پیش نہیں کرتے۔

اقول

مرا بعہد شکن خواندۂ و ے ترسم

کہ با تو روز قیامت ہمیں خطاب رود

جناب کو معلوم تو ضرور ہو گا۔ اور یہ بھی ہو گا کہ جس جس کتاب کے حوالے اپنے رسالہ میں دیے ہیں۔ اور روایات نقل کیے ہیں۔ ان کے ماقبل و مابعد میں کتنے روایات محللہ موجود تھیں۔

جن کو جناب نے ترک کر کے اپنے مطلب کے موافق کی روایات نقل کر لی ہیں۔ اگر یہ چال مذموم ہے۔ تو اس میں جناب کا اول نمبر ہے۔ جیسا کہ دوران تحقیق میں عبارات ردالمختار و فتاویٰ ہندیہ وغیرہ کے ضمن میں مذکور ہوئی ہیں۔ اب اپنا کردار دوسروں کے ذمہ لگا دینا عجیب قسم کی چالا کی ہے۔

قال تاسع یہ کہ بعض اکابر سے تحلیل بعض معازف کو مقام احتجاج میں نقل کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ تحلیل فی الواقع یا مقید بضرورۃ شرعیہ ہوگی یا خطاء اجتہادی پر محمول ہوگی۔

اقول جن معازف کی علت بنابر اقوال سلف کے ثابت ہوئی۔ ان کو حلال کہہ دینے میں کون سی حرج ہے۔ جب اصل معازف میں ذاتی حرمت ہی نہیں۔ بلکہ عارضی ہے۔ تو جب عوارض ذمیمہ سے معری ہوئیں۔ تو ان کی تقییدات کی کیا ضرورت اور شخصیات کی کیا وجہ۔ **قولہ** خطاء اجتہادی پر آہ **اقولہ** جناب ہی کے اجتہاد کو خطاء پر محمول کرنا نہایت موزوں ہے۔ اس سے کہ جمہور سلف صالحین و محدثین و فقہا، مجتہدین و اولیاء مہتدین کے اجتہاد کو خطا پر محمول کیا جائے

تو ہم مے نشنوی بابنگِ دہل را
رموزِ ہنر سلطاں راچہ دانی

قال وعلی ہذا القیاس بعض امور اور بھی ہیں جو مدار مخالفت محللین واقع ہوئے ہیں۔ اور بعد تحقیق و تدقیق کے خارج قواعد شرعیہ سے ہو جاتے ہیں۔

اقول اگر قواعد شرعیہ انہیں کا نام ہے۔ جن کو جناب نے بُن تن کر حرمت سماع علی الاطلاق کو ان پر مرتب کیا ہے۔ تو ان سے تو جناب کا مدعا ثابت نہ ہوا۔ اور اگر کوئی قواعد ہیں۔ جو جناب کے ذہن عالی میں مرکوز ہیں۔ ابھی میدان قرطاس نہیں نکلے۔ تو ان کی مخالفت یا مطابقت رداد استتار میں ہے۔ جب اس میدان میں آئیں گے تو ہم بھی دیکھ لیں گے۔

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر بن کے کیوں پوچھیں کہ ہم پر سرگراں کیوں ہو

قال غرضیکہ راگ اور جتنے معازف ہیں۔ سب بطور عزیمت حرام ہیں۔ صرف جن آلات لہو کی رخصت جن عوارض کی وجہ سے احادیث قویہ میں آ گئی ہے۔ وہ تو بعد تحقق ان عوارض کے حلال ہو جاتے ہیں ورنہ نہیں۔ اور جن آلات کی رخصت احادیث میں نہیں آئی وہ کسی طرح حلال نہیں ہو سکتے۔

اقول:

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش

من انداز قدت رامی شناسم

قبل ازیں مفصل مذکور ہوا۔ کہ راگ اور معارف فی الاصل مباح ہیں۔ اور بحیثیت استعمال اس کی دو صورتیں ہیں۔ حلال، حرام، حلال میں مباح و مستحب وغیرہ سب داخل ہیں۔ اور اسی طرح حرام میں مکروہ بھی داخل ہے۔ یہ جملہ فی الاصل مباح تھے۔ الا بوجہ عوارض ذمیمہ کے بعض مواقع میں حرام ہو جاتی ہیں۔ اب جو حلال ہیں اباحت اصلیہ پر اور جو حرام ہیں وہ بوجہ لحوق عوارض ذمیمہ کے۔ آیت شریفہ بحسب تفسیر بعض صحابہ میں بھی یہی تفصیل ہے کما مرّ۔ اور خود سرورِ عالم ﷺ کا فرمان واجب الاذعان اور صحابہ و تابعین و اتباع تبع و محدثین و ائمہ مجتہدین کے اقوال و اعمال اس کے شواہد عادلہ ہیں۔ عزیمت اور رخصت رخصت۔ فاضل معاصر کے دل میں حرمت ایسی جذب ہوئی کہ اس بے چارہ کے سوائے حرمت کے اور کچھ بھی نہیں سوجھتا۔ جہاں دیکھتے ہیں وہاں ان کو حرمت ہی نظر آتی ہے۔ اباحت اور حلت خواہ کیسی ہی دلائل قویہ اور براہین جلیہ سے کیوں نہ ثابت ہو۔ مگر اس طرف ان کی آنکھ بھی نہیں پھرتی۔ سچ ہے حبك الشیء یعمی و یعصم۔

در و دیوار من آئینہ شد از کثرت شوق

ہر کجا می نگرم روئے شما می بینم

افسوس کہ اپنے استاذ حضرت مولانا مولوی محمد عبدالحی لکھنوی کے فرمان کو بھی پسِ پشت کر دیا۔ جیسا کہ مجموعۃ الفتاویٰ جلد دوم استفتا نمبر ۱۴۵ کے اخیر میں لکھتے ہیں۔ کہ قول فیصل اس باب

میں جو موکد بالا حادیث ہے یہی ہے۔ کہ نفس غناء عموماً ممنوع نہیں۔ بلکہ اس میں حرمت یا کراہت بوجہ عوارض خارجیہ کے عارض ہوتی ہے۔ انتہی۔

قال اور تقریبات محللین کی بسبب فسادان کے مبنی کے بالکل فاسد میں قابلِ سماع نہیں۔

اقول خواجہ حافظ فرماتے ہیں

قلندرانِ حقیقت بہ نیم جو نخرند
قبائے اطلس آنکس کہ از ہنر عاریست

محللین کے دلائل تو سلف صالحین کے افعال واقوال ہیں۔ بلکہ احادیث صحیحہ جن کی صحت کو جناب بھی تسلیم کر بیٹھے ہیں۔ ان پر ان کی تقریریں مبنی ہیں۔ اگر یہ فاسد ہیں۔ تو تمہاری صلاح کو ہمارا اسلام

قال بلکہ بوجہ فساد مبنی کے اور قواعد شرعیہ سے خروج کرنے کے بعض نے دعوے انعقاد اجماع کا حرمت پر کیا۔

اقول یہ اجماع ذو وجہین ہے یعنی حلت سماع پر بھی اجماع اور حرمت پر بھی۔ لیکن چونکہ علت اور حرمت کے مصادیق الگ الگ ہیں۔ اس لیے یہ ایک اجماع ذو وجہین ہوگا۔ فاضل معاصر اس حقیقت سے نامعلومی کی وجہ سے کہتے ہیں۔ کہ بعض نے انعقاد اجماع کا دعوے حرمت پر کیا۔

قال کیونکہ مسئلہ غنا و معازف میں جبکہ محللین نے باوجود ان کے قلت کے پابندی قواعد کی نہیں کی۔ تو مخالفت ان کی اجماع محرمین میں کہ جو باقاعدہ باوجود کثرت مجمعین کے ہوا ہے ضرر نہ پہنچائے گی۔

اقول بناء الفاسد علی الفاسد اسی کا نام ہے۔ جس کو فاضل معاصر عمل میں لا رہے ہیں۔ اول تو محللین کی قلت کبھی کسی زمانہ میں ہوئی نہیں۔ جبکہ خیر القرون میں اس کا عام رواج رہا ہے پھر پابندی قواعد شرعیہ کی اگر ان لوگوں سے نہیں ہوئی۔ تو پھر کرے گا کون۔ دوئم یہ کہ جب ان دونوں مسائل یعنی حلت وحرمت سماع کے موارد علیحدہ علیحدہ ہوئے تو پھر ان میں تقابل کیسا۔ لہذا نہ وہ

اجماع اس اجماع کا مزاحم اور نہ یہ اس کا بلکہ یہ ایک ہی اجماع ہے۔ جس کی دو جہتیں ہیں۔

قال اس لیے اجماع مسئلہ میں اجماع ان اہلِ حل و عقد کا معتبر ہے۔ کہ جو اس مسئلہ میں پابند قواعد ہیں۔

اقول لن یصلح العطاما افسدہ الدھر فاضل معاصر کی کلام کے بنانے کی بہت کوشش کی گئی۔ اور اس کے اجماع کو صحیح اجماع مانا گیا۔ مگر اس کی اندرونی آتش سوائے مجالدہ کے نہیں روکتی۔

قال اس وجہ سے مخالفت خوارج و روافض و معتزلہ کی اجماع اہلِ سنت والجماعت میں مضر نہیں ہوتی۔

اقول:

مر مرا باور نمے آید ز روئے اعتقاد

ایں چنیں بک کردن و دین پیمبر داشتن

ایسے ایسے اکابر دین و معتقد ایان مسلمین کو روافض وغیرہ سے تشبیہ دینا یہ جناب جیسے گستاخ اور بے باک آدمی کا کام ہے۔

قال خلاصہ کلام اس مقام میں یہ ہے کہ حرمت غناء و معاذف باقتضاء قواعد کے اور اتفاق جمہور محدثین و فقہاء کے حق اور صواب ہے۔ اور حلت اس کی باطل اور خطاء۔

اقول:

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے

اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

دن روشن کی طرح حق ظاہر ہے۔ اور کبھی کسی کے اخفاء سے مخفی ہونے کا نہیں کہ جس کام کو خود جناب سید الکونین ﷺ نے بذاتِ اقدس کیا ہو۔ اور اس کے کرنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا ہو۔ اور صحابہ کبار نے بھی اس کی عملدر آمد رکھی ہو۔ بعد ازاں ہر قرن میں اس کا رواج عام رہا ہو۔ اور

صوفیائے کرام کا خاص معمول بہ بلکہ معراج الکمال ہو۔اور محدثین نے اس کو بڑے زور سے روا رکھا ہو۔اور تابعین وتبع تابعین اور ائمہ مجتہدین ہر چہار مذہب وفقہائے مقلدین ہر چہار مذہب نے بھی اس کو روا رکھا ہو۔اب بتائیے کہ یہ حق ہے کہ یا خطاء اور ایسے حق حقیقی کو باطل قرار دینے والا کون ہوگا۔اور شرعاً اس کا کیا حکم ہے۔

ع عاقلاں دانند ایں از من سپر من

گفتگو آئین درویشی بنود
ورنہ باتو ماجرا ہاداشتم

چونکہ رسالہ مردودہ ختم ہوگیا ہے۔اور قارئین کرام کے ملال طبعی کا لحاظ ہے اس لیے مضمون کو ختم کرنا مناسب نظر آتا ہے۔ورنہ اگر تمام تقاریر اس مسئلہ کے متعلق بالتفصیل لکھی جائیں۔تو ایک کتاب بسیط بن جائے گی۔لیکن اہلِ انصاف کے لیے یہی قدر کافی ہے۔زیادہ زیادہ

در بند آں مباش کہ مضمون نمائندہ است
صد سال مے تواں سخن زلفِ یار گفت

خَاتِمَہ فی آدَابِ السِمَاعِ

جاننا چاہیے کہ سماع ایک معظم اور مکرم چیز ہے۔اس کو معمولی اور فضول ہرگز نہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ مثل باقی ارکان دین کے اس کی شرائط و آداب کا لحاظ ضرور ہونا چاہیے شرائط بھی چھ ہیں۔اور آداب بھی چھ۔شرائط تو پیشتر مذکور ہوئیں۔اب آداب کا ذکر کیا جاتا ہے۔ذرا غور سے سنیے۔

الاول احیاء العلوم میں امام غزالی نے فرمایا کہ حضرت شیخ ممشاد علو دینوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ کیا اس سماع کو آپ برا جانتے ہیں۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔کہ ہم اس کو ہرگز برا نہیں جانتے۔لیکن ان کو کہہ دو کہ اس کا شروع بھی کلامِ الہیٰ سے کیا کریں۔اور اس کا ختم بھی قرآن شریف سے کیا کریں۔خلاصہ یہ کہ باوضو پاک جگہ میں بیٹھ کر اول آخر قرآن پڑھ کر سماع کیا جائے۔

الثانی رعایت زمان و مکان و اخوان شیخ الطریقت جنید بغدادی نے کہا کہ سماع تین چیزوں کی طرف محتاج ہوتا ہے۔اگر ان کی رعایت نہ کی جائے تو سماع فضول اور بے اثر ہے۔زمان، مکان، اخوان، زمان یہ کہ ایسے وقت میں سماع کرے۔جس میں دل کو کلی فراغت ہو نہ کھانے کا وقت ہو نہ نماز کا۔اور خصوصیت اور اضطرابِ قلب بھی نہ ہو۔اور مکان یہ کہ ایسا رستہ عام نہ ہو۔جس میں لوگوں کی آمد و رفت ہو۔اور مکان موزں ہو۔اور اخوان یہ کہ کوئی خبر جنس منکرِ احوال اول، اور وہاں موجود نہ ہو۔اور سب کے سب ہم جنس و ہم خیال ہوں۔ورنہ تشویشِ قلب گرمی کو سرد نہ ہونے دیں اور اسی طرح اگر کسی طائفہ کی عادت مقرر ہو جائے کہ سماع میں جب کوئی اپنی دستار اتار دیے یا کپڑا اپھاڑ دے۔اور باقی بھی اس کی متابعت کرتے ہوں۔تو یہ بھی متقضائے حسنِ معاشرت مستحسن ہوگا۔ اس میں کوئی ممانعت نہیں لکل قوم رسم الکامستبط من احیاء العلوم فقط.

التماس

جناب مؤلف رسالہ خیر النواھی کی خدمت میں بادب گزارش ہے کہ براہ راست نوازش تعصب کو دور کر کے اس رسالہ کو بنظرِ انصاف دیکھیں۔ اور ناراضگی و رنجش کو دل میں ہرگز جگہ نہ دیں۔ کیونکہ ہر ایک امر میں خصوصاً امور دینیہ میں حق پرستی احسن الامور ہے۔ اور اگر کوئی لفظ منصب عالی کے نامناسب نکلا ہو۔ تو معافی دیں۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم
تو خواہ از غنم بند گیر و خواہ جمال

اب میں اپنے خالقِ حقیقی جل جلالہ کا خالص دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس کی عنایت عامہ نے مجھ جیسے ناچیز بندگان کو ایسے بارِ گراں کے اٹھانے کی طاقت دے کر بخیر و عافیت منزل مقصود تک پہنچا دیا۔

من شکر چوں کنم کہ ہمہ نعمت توام
نعمت چگو نہ شکر کند بازبان خویش

اور اپنے پیر دستگیر روشن ضمیر غوث زمان قبلۂ عالم مزین السجادہ سیال شریف مدظلہ العالی کا بھی تہہ دل سے ممنون ہوں۔ جن کی امداد ظاہری و باطنی نے میری دستگیری فرما کر ایسے بحرِ عمیق سے فائز المراد ساحل مقصود پر واصل فرمایا

ازاں زماں کہ برایں آستاں نہادم رو
فراز مسند جمشید تکیہ گاہِ من است

سبحان رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین و الحمدللہ رب العلمین

حَرَّرَہٗ اُلمِسکِینُ احمدُ الدِین بِیَدِہٖ وَقَلَمِہٖ